ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
مارچ 2020ء

حضور ﷺ دیدارِ الٰہی کی سب سے بڑی نعمت سے سرفراز ہوئے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حقوقِ نسواں اور آزادئ نسواں

شیخ الاسلام کے خواتین کی ترقی سے متعلق اجتہادی نظریات

قائد ڈے تقریبات

خصوصی رپورٹ

عمان زندگی کے سفر کا ایک اہم موڑ

محترمہ عائشہ مبشر کے تنظیمی سفر کی روداد

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام قائد ڈے کی تقریب

مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن انٹرنیشنل میں قائد ڈے تقریب

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 27 شمارہ: 3 / رجب ۱۴۴۱ھ / مارچ 2020ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سمیعہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

صفحہ	مصنف	عنوان
4		اداریہ (حقوقِ نسواں، یومِ پاکستان اور منہاج القرآن ویمن لیگ کا مارچ)
5	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	فکرِ شیخ الاسلام: فضیلتِ معراج النبی ﷺ
9	ڈاکٹر زیب النساء سرویا	شیخ الاسلام کے خواتین کی ترقی سے متعلق اجتہادی نظریات
11	ام حبیبہ اسماعیل	حقوقِ نسواں اور آزادیٔ نسواں
16	ڈاکٹر فرخ سہیل	عظیم دخترانِ ملت اسلامیہ
19	ڈاکٹر عشرت فاطمہ	قرارداد پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ ہے
21	عائشہ مبشر	عمان زندگی کے سفر کا ایک اہم موڑ
26	ادیبہ شہزادی	گلدستہ: ترقی کا راز، ماں کی فضیلت اور زندگی کی حقیقت
28	سعدیہ کریم	خواتین کی حرمت وعظمت
30	مدیحہ فاطمہ	طبقات صوفیاء: قلب مقامِ توکل ہے
31	خصوصی رپورٹ	قائد ڈے تقریبات
36	Hadia Saqib	Economic Empowerment of Woemen in Islam
40	Jawaria Waheed	Rethinking Feminism for 21 Century

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر، مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ 35/- روپے

سالانہ خریداری 350/- روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ط وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ط کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا. وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ص وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا.

(الاحزاب،۳۳: ۶۔۷)

’’یہ نبیِ (مکرّم ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں، اور خونی رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دیگر) مومنین اور مہاجرین کی نسبت (تقسیمِ وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو، یہ حکم کتابِ (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے۔ اور (اے حبیب! یاد کیجیے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسٰی سے اور عیسٰی ابن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیا‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلاَّ وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ [الأحزاب، ٣٣:٦] فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالاً فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا، أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَأَنَا مَوْلاَهُ.

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالدَّارِمِيُّ.

’’حضرت ابوہریرہ ص سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں کہ دنیا و آخرت میں جس کی جان کا میں اس سے بھی زیادہ مالک نہ ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ’’نبی مکرم ﷺ مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔‘‘ [الاحزاب، ۳۳: ۶] سو جو مسلمان مال چھوڑ کر مرے تو جو بھی اس کا خاندان ہوگا وہی اس کا وارث ہوگا لیکن اگر قرض یا بچے چھوڑ کر مرے تو وہ بچے میرے پاس آئیں میں ان کا سرپرست ہوں (اور میرے بعد میرا نظامِ حکومت یہ دونوں ذِمّہ داریاں نبھائے گا)۔‘‘

(المنہاج السوی، ص۲۰۷، ۲۱۷)

خواب

نومید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(کلیاتِ اقبال، بال جبریل، ص:۶۳۱)

تعبیر

جمہوریت مسلمانوں کے رگ و ریشے میں پیوست ہے اور ہم نے ہمیشہ مساوات، اخوت اور استقلال کو پیش نظر رکھا ہے، اسلام میں کوئی ایسا موقع محل نہیں ہے جہاں کوئی فرد واحد اپنی من مانی کرسکے۔

(شاہی دربار، سبی بلوچستان، 14 فروری 1947ء)

تکمیل

تحریک منہاج القرآن کے کارکن اقامت دین اور احیائے اسلام کے عظیم مشن کی شمع جلا رہے ہیں اس مصطفوی مشن کے علمبردار ہیں اور سوسائٹی میں اعلیٰ اقدار کو زندہ کرنے کے دعویدار ہیں۔ لہذا آپ کی زندگی ظاہراً اور باطناً اعلیٰ اخلاق اور کردار کی آئینہ دار ہونی چاہئے اور یہ اعلیٰ اور عمدہ اخلاق زندگی کے ہر پہلو پہ غالب رہے۔ جب آپس میں گفتگو کریں تو منہ سے گالی نہ نکالیں۔ پاکستانی کلچر میں ایک عام طریقہ ہے کہ دوران گفتگو جب کسی کو غصہ آتا ہے تو گالی دیتے ہیں، کسی کے ایسے نام رکھ دیتے ہیں جو دوسروں کو پسند نہیں ہوتے جس سے دوسرے کی عزت کم ہوتی ہے بلکہ اس کی تحقیر و تذلیل کا باعث بنتے ہیں اگر کسی کی دل شکنی ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ سب چیزیں عمدہ اخلاق کے خلاف ہیں اور سوئے اخلاق میں آتی ہیں۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، بعنوان اصلاح احوال اور صالحین میں شمولیت کے تقاضے ستمبر 2009ء)

اداریہ

حقوق نسواں، یوم پاکستان اور منہاج القرآن ویمن لیگ کا مارچ

مارچ کا مہینہ دو تاریخی ایام کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے، اس میں ایک دن 8مارچ کا ہے، اس دن دنیا بھر کی خواتین اپنے حقوق کے حوالے سے اسے مناتی ہیں، دوسرا دن 23مارچ 1940ء کا ہے اس دن قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور کروڑوں انسانوں کی آزادی کے لیے حصول پاکستان کا باضابطہ مطالبہ کیا گیا اور اس مطالبہ کے 7سال کے اندر اللہ رب العزت نے برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کو آزاد فضاؤں میں سانس لینے کی نعمتِ سے سرفراز کیا، تحریک پاکستان میں جہاں بزرگوں، نوجوانوں، علمائے کرام، کسانوں، مزدوروں، بچوں نے حصہ لیا وہاں خواتین نے بھی بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں قابل فخر اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ دختران اسلام تحریک پاکستان میں حصہ لینے والی عظیم خواتین کی بے مثال جدوجہد اور لازوال قربانیوں کو سراہتی ہے۔ ان عظیم خواتین میں مادرِملت فاطمہ جناح، فاطمہ صغریٰ، بیگم شائستہ اکرام اللہ، لیڈی نصرت عبداللہ ہارون، لیڈی وقار النساء نون، بیگم رعنا لیاقت علی خان، بیگم حسرت موہانی، بیگم سلمیٰ تصدق حسین، نور الصباح بیگم، بیگم شمیم جالندھری، بیگم قاضی عیسیٰ، جہاں آراء بیگم شاہنواز، بیگم مولانا محمد علی جوہر، بیگم طاہرہ آغا، صاجزادی محمودہ بیگم نمایاں ہیں۔ ان میں بیگم حسرت موہانی ایک جرأت مند خاتون تھیں، کسانوں، مزدوروں اور خواتین کے حقوق کے تحفظ کی جدوجہد کرتے ہوئے انہوں نے کوئی مصلحت اپنے آڑے نہ آنے دی، بیگم حسرت موہانی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ممبر تھیں۔اس کمیٹی کا سالانہ اجلاس 1935ء کو کانپور میں ہورہا تھا جس کی صدارت مسز سروجی نائیڈو کررہی تھیں، اس اجلاس میں بیگم حسرت موہانی اپنے شوہر کے ہمراہ شریک ہورہی تھیں، وہ مزدوروں، کسانوں کے ساتھ پنڈال میں داخل ہونے لگیں تو پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنے رضا کاروں کے ساتھ کسانوں اور مزدوروں کو پنڈال میں داخل ہونے سے روکا جس کے نتیجے میں درجنوں افراد زخمی بھی ہوئے۔ مزدوروں، کسانوں کی اس تذلیل پر پنڈت جواہر لعل نہرو کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا۔ تحریک پاکستان کے پیچھے خواتین کی جرأت بھی ہے اور قربانیاں بھی۔

خواتین کا عالمی دن اور حقوقِ نسواں مارچ:

ہر سال خواتین کے حقوق کا عالمی دن 8مارچ کو منایا جاتا ہے، گزشتہ سال کچھ خواتین نے حقوقِ نسواں اور آزادی نسواں کے نام پر انتہائی غیر مہذب سلوگن اور انداز احتجاج اختیار کیا۔ مذکورہ نامعلوم خواتین کے اس عمل پر ملک بھر میں پڑھے لکھے اور متوازن سوچ رکھنے والے افراد اور خاندانوں نے شدید ردعمل دیا، مذکورہ غیر مہذب احتجاج پر قومی میڈیا نے بھی انتہائی ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اس احتجاج کے سلوگن اور مقاصد کو پروان نہ چڑھنے دیا۔ گزشتہ سال منہاج القرآن ویمن لیگ نے ردعمل میں 8مارچ کو حیاء مارچ کے نام سے منایا اور بتایا کہ خواتین کے حقوق کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے آزادی کے نام پر سوسائٹی کے بے رحم طبقوں کے سامنے بے یارو مددگار چھوڑ دیا جائے۔ اس ضمن میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی فکر اور فلاسفی حقوق نسواں کے ضمن میں فکری تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ حقوق و فرائض کے ضمن میں مرد اور خواتین دونوں برابر ہیں۔ اگر کچھ مردوں کے حقوق ہیں تو ان کے فرائض بھی ہیں اور اگر خواتین کے حقوق ہیں تو ان کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ جب تک حقوق و فرائض میں توازن قائم رہے گا تو مرد و خواتین دونوں امن وسکون سے رہیں گے۔ اس سال بھی منہاج القرآن ویمن لیگ خواتین کے عالمی دن کی مناسبت سے اسلام آباد میں مارچ کریں گی اور تنظیمات اسلام میں حقوق نسواں و حقوق و فرائض کے موضوع پر بڑے شہروں میں کانفرنسز منعقد کریں گی۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ دیگر معاشروں کی طرح پاکستانی معاشرے میں بھی خواتین کو دبانے، ان کے لیے ترقی کے راستے محدود کرنے کی استحصالی سوچ پائی جاتی ہے مگر اس سوچ کا ماخذ جہالت، آئین و قانون اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت ہے۔

فضیلتِ معراج النبی ﷺ

حضور ﷺ دیدار الٰہی کی سب سے بڑی نعمت سے سرفراز ہوئے

پہاڑ اللہ کی تجلی کو جذب نہ کر پایا اور ریزہ ریزہ ہو گیا

آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے دیکھو میرے اندر حق کا جلوہ نظر آتا ہے''

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اللہ تعالیٰ نے شب معراج حضور ﷺ کو بہت سے فضائل، بہت سی بزرگیاں، بہت سی نوازشیں اور بہت سی عنائتیں فرمائیں۔ ان تمام نشانیوں اور نعمتوں سے سب سے بڑی نعمت جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا کی گئی وہ دیدار الٰہی تھا اور بہت سے معجزات اور امتیازات حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے مگر دیگر انبیاء علیہم السلام کو انکی شان ،ان کی بساط، ان کے درجے، ان کے رتبے کے مطابق عطا کئے گئے تھے اور وہ سارے مراتب اور فضائل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذاتِ اقدس میں یکجا کر دیئے اور جمع بھی یوں کئے گئے، اُن میں سے ہر فضیلت اپنے رتبہ اور مقام کے اعتبار سے بھی حضور ﷺ کی ذات میں منتہائے کمال کو پہنچے۔ مگر رویت باری تعالیٰ کا شرف ،دیدار الٰہی کا شرف یہ صرف حضور ﷺ کے لیے خاص تھا۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰیo (النجم، ۵۳:۱۱)

(اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھاo

میرے محبوب ﷺ کی آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے جھٹلایا نہیں، دل نے اس کی تصدیق کر دی۔ یہ ترجمہ کہ کیسے تصدیق کی؟ یہ تفسیر طلب مسئلہ ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اللہ کے دیدار سے شرف یاب ہونا اس مسئلے پر صحابہ کرام سے لے کر آئمہ کرام تک اور علماء کرام کی آراء، اقوال اور نکتہ ہائے نظر مختلف رہے ہیں اس پر بحثیں بھی ہوئیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بلاشک و شبہ اللہ پاک کو دیکھا ہے اور وہ قول جس میں تھا کہ اللہ کو نہیں دیکھا اس کا مفہوم یہ لیا کہ اس دنیا میں نہیں دیکھا۔ اس میں نفی شب معراج کی نہیں ہے۔ بلکہ عمومی قول ہے اس دنیا میں جو آنکھیں ہیں وہ اللہ پاک کے دیدار کی طاقت نہیں رکھتیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج (الانعام، ٦: ١٠٣)

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

یہاں نہیں دیکھا سے مراد اس دنیا میں نہیں دیکھا اور جو اثبات کیا کہ اللہ پاک کو دیکھا اس سے مراد لیا کہ شب معراج جب

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیo فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰیo (النجم، ۵۳: ۸.۹)

پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیاo پھر (جلوۂ حق اور حبیبِ مکرّم ﷺ میں صرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہوگیا)o

جب ان منزلوں پر حضور ﷺ کو سرفراز کر دیا گیا ساری مسافتوں، فاصلوں کو ہٹا دیا گیا اور قربت اور وصال میں

کمال تک پہنچا۔ تو وہاں حجابات اٹھا دیئے گئے اور حضور ﷺ کو اللہ پاک نے اپنا جلوہ عطا کر دیا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور بہت سے صحابہ کرام کا قول ہے مگر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ کے دیدار سے شرف یاب ہونے کی بات آئی تو آپ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا ہے، یہ ان کی اس مسئلے پر پختگی ،شرح صدر اور یقین اور پختگی کا عالم ہے۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا:

رای رسول اللہ ﷺ رای ربه رای ربه رای ربه.

ہاں حضور ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا بار بار فرمایا۔ حتی کہ یہ فرماتے فرماتے ان کا سانس رک گیا یعنی بار بار ان کلمات کو دہراتے رہے۔ سانس ختم ہونے تک۔ مقصد کیا ہوا کہ ان حضرات کو اس مسئلے پر اتنا پختہ یقین تھا کہ وہ پوری قطعیت کے ساتھ اس کو بیان کرتے۔

حضور علیہ السلام نے اللہ کا دیدار کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ آنکھوں سے نہیں دل سے دیدار کیا۔ بعضوں نے کہا دل اور آنکھوں دونوں سے دیدار کیا۔ یہ مختلف اقوال ہیں انہیں اگر یکجا کر کے ساروں کو ایک بنا کر سمجھا جائے تو ایک صورت تطبیق کی بھی ہے کہ آنکھوں سے بھی دیکھا اور دل سے بھی دیکھا اور یہ کہنا کہ آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ دل سے دیکھا اور قرآن کا کہنا کہ دل نے اسے نہیں جھٹلایا۔ واقعہ معراج النبی ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی روشنی میں سمجھنا آسان ہے جب سیدنا موسی علیہ السلام نے طور پر اللہ رب العزت کے حضور عرض کیا۔

رَبِّ اَرِنِیْ

اے اللہ! مجھے اپنا آپ دکھا، اس پر اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

لَنْ تَرٰنِیْ. (الاعراف، ۷: ۱۴۳)

اے موسیٰ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

اس بات کی نفی نہیں کہ مجھے دیکھا نہیں جا سکتا۔ مجھے کوئی دیکھ نہیں سکتا یہ نہیں فرمایا: فرمایا لَنْ تَرٰنِیْ اے موسی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اس جواب کے اندر ایک وضاحت پوشیدہ ہے اور اس نفی کے اندر ایک اثبات پوشیدہ ہے کہ تم نہیں دیکھ سکتے مراد یہ ہے کہ اے موسی مجھے دیکھا تو جا سکتا ہے اور میرا جلوہ حسن ممکن ہے کوئی آنکھ اگر تاب نظارہ رکھتی ہو، تو میرا جلوہ دیکھ تو سکتی ہے مگر اے موسی یہ کام تیرے لئے مشکل ہے اگر بات یہاں ختم ہو جاتی پھر بھی اسکی ایک حد تھی مگر اس سے آگے جو واقعہ پیش آیا یہ ایک اور حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

وَلٰـكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ. (الاعراف، ۷: ۱۴۳)

مگر پہاڑ کی طرف نگاہ کرو پس اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم میرا جلوہ کرلو گے۔

یعنی اے موسی علیہ السلام ! ہم ایسا کرتے ہیں اپنی تجلی اس پہاڑ پر ڈالتے ہیں اور تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ اگر یہ پہاڑ ہماری تجلی برداشت کر گیا۔ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھے دیکھ لو گے۔ تجلی کہتے ہیں ظاہر ہونے کو، اپنے جلوہ حسن کو ظاہر کرنا۔ فرمایا:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ج (الاعراف، ۷: ۱۴۳)

پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر (اپنے حسن کا) جلوہ فرمایا تو (شدّتِ انوار سے) اسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہوکر گر پڑا۔

اب دو سوال پیدا ہوئے۔ تین چیزوں میں اللہ پاک نے اپنا ظہور فرمایا:

۱ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ اللہ پاک نے اپنے جلوہ حسن کو ظاہر فرمایا۔

۲ دوسری بات جَعَلَهٗ دَكًّا پہاڑ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اسے جذب کرسکتا۔ وہ برداشت نہ کرسکا اور جل اٹھا، ریزہ ریزہ ہوگیا۔ دو باتیں ہوگئیں۔ وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اگر اس جلوہ حسن کے ظہور کا کوئی حصہ موسی علیہ السلام پر پڑا نہ ہو تو آپ کے لئے بے ہوش ہو جانے اور گر پڑنے کا کیا معنی؟ جو

اثر پہاڑ پر ہوا وہی اثر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا فرق یہ تھا پہاڑ پر براہ راست ظہور ہوا وہ جل اٹھا، موسیٰ علیہ السلام نے انعکاسی ظہور کا اثر لیا وہ بے ہوش ہوگئے۔قرآن مجید نے فرمایا تھا:

فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ. (الاعراف، ۷: ۱۴۳)

اگر یہ قائم رہا اے موسیٰ تم مجھے دیکھ لوگے۔

جیسے سورج کا ظہور آئینے پر ہو اور آئینے میں وہ سورج چمکنے لگے اور کوئی آئینے کو دیکھے تو اس نے سورج کو دیکھ لیا۔ اگر اس کا شیشہ ٹوٹ جائے، چور چور ہو جائے پھر نہیں دیکھا جاسکے گا کہ اب آئینہ مظہر نہ رہا۔ چور چور ہوگیا، ٹوٹ گیا جب اپنی حالت پر قائم نہ رہا۔ تو مظہر نہ ہو سکا، اگر اپنی حالت پر برقرار رہا تو سورج اس میں چمک اٹھا اور دیکھنے والے نے اس آئینہ میں سورج کو دیکھ لیا۔ اس پہاڑ کو اللہ جل مجدہ نے آئینے کی مثل بنایا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰىo (النجم، ۵۳:۱۱)

(اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھاo

یعنی دل نے اسے جھٹلایا نہیں، اب اس مقام کی تشریح اس واقعہ سے کرتے ہیں کہ تاکہ تطبیق ہو جائے آنکھیں براہ راست لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ دیکھ نہیں سکتیں۔اب وہ سارے اقوال جمع کر رہے ہیں۔ بے شک آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں مگر دکھائے جانے کا اہتمام تو کیا۔ یہ نفی روٴیت کی بالعین کہ آنکھیں ادراک نہیں کرسکتیں۔ باوجود اس کے آنکھیں دیکھ نہیں سکتی تھیں مگر اس نظارہ حسن کی ایک صورت تو پیدا کی تھی۔ یہ مظہریت کی طریق پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا دیدار کرا دیا جو وہ دیکھ نہ سکے، نہ برداشت کرسکے۔

حضور علیہ الصلوۃ السلام کے بارے میں فرمایا:

آپ ﷺ کی آنکھیں بشریت کی تھیں اور دل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا عرش الٰہی سے بھی بلند و بالا تھا۔ اس مقام پر اللہ پاک نے چاہا کہ اپنے محبوب کو دیدار سے نوازا جائے وہاں تو اہتمام یوں کیا تھا کہ طور کو مظہر بنایا تھا۔ اس پر اپنا جلوہ کیا۔

اب یہاں نہ تو کوئی پہاڑ تھا اور نہ کسی پہاڑ کی حاجت وضرورت۔ فرمایا: تیرے دل کو اپنی جلوہ گاہ بناتے ہیں ان آنکھوں نے نظر اُٹھائی دیکھا مگر نور ایک حجاب تھا فرمایا نورمیری آنکھوں نے دیکھا۔ مگر وہ نور ہی نور تھا۔ اس نور سے آگے کیسے دیکھتا؟ آنکھوں کے سامنے تو نور حجاب تھا مگر قلب اطہر کے لئے کوئی حجاب نہ تھا۔ حضور علیہ السلام کے دل اطہر کو اللہ پاک نے اپنی جلوہ گاہ بنا دیا اور وہ عمل جو صفاتی تجلی کے اعتبار سے طور پر جلوہ ذات ملا تھا۔ جلوہ صفات تھا، وہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ پاک کے صفاتی مظہر ہوتے ہیں، اولیائے کرام اللہ پاک کے اسمائی مظہر ہوتے ہیں، ساری مخلوق اللہ کی افعالی مظہر ہے۔ تنہا تاجدار کائنات ﷺ اللہ کی ذات کے مظہر ہیں۔ حضور کی شان مظہریت میں اللہ کے اسماء افعال اور ذات کی مظہریت بھی شامل ہے۔ قلب محمد ﷺ کو اللہ پاک نے اپنا مظہر بنایا۔ فرمایا محبوب ہم اپنا جلوہ تیرے دل میں اتارتے ہیں۔

جیسے ہم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ جب ہم جلوہ اتاریں گے پہاڑ پر اگر پہاڑ برقرار رہا تو وہ میرا مظہر بن جائے گا۔ تم اگر برقرار رہے تم مجھے دیکھ لوگے اسی طرح محبوب! ہم تیرے قلب اطہر میں اپنی ذات کا جلوہ اتارتے ہیں فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ اگر تیرا دل میری ذات کے جلوے پر برقرار رہا اور اس نے میرے جلوہ ذات کو اپنے اندر سمو لیا اور میرے جلوے کا مظہر بن گیا۔ وہ آنکھیں جو میرے جلوے کو براہ راست نہیں دیکھ سکتیں۔ تیرے دل کو دیکھ کر پھر مجھے دیکھ سکیں گئیں۔

آئینہ دل میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مزید فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰىo (النجم، ۵۳: ۱۷)

آنکھ نہ بھٹکی اور نہ بے راہ ہوئی نہ حد سے بڑھی، تیرے دل کو اپنی جلوہ گاہ بناتے ہیں اپنی ذات کا جلوہ حسن تیرے دل میں چمکاتے ہیں۔ اے محبوب! اب تیری آنکھیں تیرے دل کو دیکھیں گئی میں نظر آ جاؤں گا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰیo (النجم، ۵۳:۱۱)

آنکھوں نے دیکھا کہ جلوہ ذات الٰہی ہے شاید کسی کو خیال ہوتا کہ جو آنکھوں نے دیکھا وہ اللہ کا جلوہ تھا یا نہ تھا۔ تو دل نے تصدیق کر دی۔ یہی اس کی ذات کا جلوہ ہے۔ آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دل نے جھٹلایا نہیں۔ یہ ہے فرق کہ طور برداشت نہیں کرسکا تھا۔ قلب مصطفیٰ ﷺ برداشت کر گیا۔ وہ جلوہ صفات کو برداشت نہ کرسکا اور یہ جلوہ ذات کو برداشت کر گیا۔ اللہ نے برداشت کی طاقت عطا فرمائی جب جلوہ ذات کو برداشت فرمایا تو وہ مظہر ہوگیا۔ حضور ﷺ کی آنکھوں نے بھی دیکھا اور دل نے بھی دیکھا۔ دل نے یوں دیکھا کہ خود جلوہ گاہ بن گیا اور آنکھیں پھر سیر ہو کر تکتی رہیں۔ خدا جانے کتنی دیر تک تکتی رہیں تو آنکھوں نے بھی دیکھا، دل نے بھی دیکھا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کی بھی ایک تشنگی باقی تھی۔ فسوف ترانی والی، پہاڑ تو ریزہ ریزہ ہوگیا تھا اور جلوہ کیا تھا۔ شعاع کی انعکاس کا اثر جو پڑا تھا۔ مگر برداشت نہ کرسکے مگر تشنگی باقی تھی۔ کاش طور قائم رہتا وہ مظہر بن جاتا۔ نہ طور برقرار رہا او رنہ موسیٰ علیہ السلام کا ہوش برقرار رہا۔ جب ہوش میں آئے عرض کیا مولا!

اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ (الاحقاف، ۴۶: ۱۵)

بے شک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

میں اپنے سے تائب ہوتا ہوں مگر آرزو کی تشنگی تو باقی تھی بلکہ بڑھ گئی تھی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کہتے ہیں کہ اس واقع کے بعد تشنگی اور بڑھ گئی۔ توبہ تو کر دی، یہ ادب بارگاہ الٰہی تھا مگر وہ جو لذت تھوڑی سی بے ہوشگی میں ملی تھی۔ اس نے تو اندر آگ لگا دی تھی۔ دیکھا نہ تھا، خالی آرزو تھی۔ اس واقعے کے بعد تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو میں شدت آگئی۔ انتظار کرتے رہے، شب معراج آگئی۔ پلٹے عرض کی مولا! طور تو جلوہ گاہ نہیں بن سکا تھا۔ جل گیا تھا۔ تیرا محبوب تو جلوہ گاہ بن گیا ہے۔

فرمایا: اے موسیٰ! لو ہم محبوب کو پچاس نمازیں دے دیتے ہیں تم راستے میں کھڑے ہو جاؤ، معلوم ہے آخر رہ جانی پانچ ہیں۔ مگر موسیٰ تو بھی محبوب نبی ہے۔ تیری تشنگی باقی تھی۔ آج اس تشنگی کو بھی بجھا دیتے ہیں۔ راستے میں کھڑا ہو جا۔ میرا محبوب آئے گا۔ پوچھنا کتنی نمازیں لائے ہو۔ وہ فرمائیں گے پچاس تو انہیں کہنا کہ محبوب کی امت اتنا بوجھ برداشت نہیں کرسکے گی۔ کم کروا لائیں۔ بعض کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نو مرتبہ التجا کی، ہر بات کی التجا پوری کرتے ہیں۔ طور برداشت نہ کرسکا اور میرا محبوب برداشت کرکے آ رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا سراپا میرے حسن ذات کا جلوہ گاہ بن گیا۔ جتنی بار دعا کی تھی ہر ہر دعا کے عوض ایک بار دیدار نصیب ہوا لوگ کہتے ہیں کہ آقا نے اللہ کو نہ دیکھا۔ بھئی دیکھنا تو بعد کی بات ہے وہ تو نہ صرف دیکھ کر آئے بلکہ دیکھنے والوں کو دکھا کر بھی آئے۔ خود بھی دیکھ کر آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اندر سے دکھا بھی گئے۔ حضور مظہر کامل ہوگئے:

وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَo (الذاریات، ۵۱: ۲۱)

اور خود تمہارے نفوس میں (بھی ہیں)، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہوo

اس آیت کے مظہر اتم شب معراج حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہوئے اور پھر آقا کو یہ شان دائمی نصیب ہوگئی اس لیے نیچے آئے تو فرمایا:

من رآنی فقد رأی الحق.

(ہندی، کنزل العمال، ۱۵، ۱۶۳، الرقم: ۴۱۴۷۵)

جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔

طور اگر چند لمحوں کے لیے برقرار رہتا۔ تو چند لمحوں کی جلوہ گاہ بنتا مگر آقا ﷺ برقرار ہوئے عمر بھر کی جلوہ گاہ بن گئے اور آج تک آقا دو جہاں اللہ کے حسن ذات کی جلوہ گاہ ہیں۔ فرمایا: من رانی فقد راہ الحق ''مجھے دیکھو میرے اندر حق کا جلوہ نظر آتا ہے''۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور کے فیضان سے ہمیں اور حضور کی پوری امت کو خصوصی رحمت و برکت عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

شیخ الاسلام کے خواتین کی ترقی سے متعلق اجتہادی نظریات

مرد و خواتین حقوق و فرائض کی ادائیگی میں برابر جواب دہ ہیں

تحریک منہاج القرآن نے خواتین کا بطور داعیہ کردار اجاگر کیا

عورت ذاتی پسند اور ناپسند کی بنا پر بھی خلع کا حق رکھتی ہے

ڈاکٹر زیب النساء سرویا

عصر حاضر میں خواتین کی حیثیت سے متعلق دو طبقات چھائے ہوئے نظر آتے ہیں ایک طبقہ عورت کو ان بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی کی تائید تو کرتا ہے جو اسلام نے اسے دیے مگر وہ عورت کے مرد کے شانہ بشانہ کام کرنے کی مخالفت کرتا ہے۔جبکہ دوسرا طبقہ معاشرے میں ظلم وستم کا شکار عورت کی مادر پدر آزادی کا خواہاں نظر آتا ہے۔اس کشمکش نے معاشرے کو اتنا اُلجھا کہ رکھ دیا ہے کہ اگر کوئی خواتین کی معاشرے میں حیثیت کو لے کر حقوق کے ساتھ فرائض کی بات کرے تو ویمن ایمپاورمنٹ کا حامی طبقہ فوری ردعمل دیتا ہے اور جب یہ طبقہ معاشرے میں خواتین کی ایمپاورمنٹ کا ذکر کرے تو اسکی مخالفت میں بعض اوقات مذہبی طبقہ شدید ردعمل دیتا ہے یہ افراط وتفریط معاشرے کے بگاڑ کا باعث بن رہا تھا ایسے میں ضرورت اس امر کی تھی کہ خواتین کی نمائندگی کا کوئی ایسا پلیٹ فارم موجود ہو جو عورت کے معاشرے میں استحکام کے تصور کو متوازن انداز میں لے کر چلے جو مظلوم ومحکوم عورت کو بیرونی فنڈنگ پر چلنے والی تنظیموں کا آلہ کار بننے سے بچا سکے اسی ضرورت کے پیش نظر تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 1988 میں منہاج القرآن ویمن لیگ کی بنیاد رکھی۔ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جس دور میں ویمن لیگ کی بنیاد رکھی اس وقت پاکستانی معاشرے میں عورت کے مرد کے برابر کام کرنے کا تصور نہ تھا جس پر انہیں تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر آپ نے معاشرے کو Women Empowerment کا ایسا ماڈل پیش کیا جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے بلکہ دور جدید کے تقاضے بھی پورے کرتا ہے۔منہاج القرآن ویمن لیگ میں ذمہ داریاں سرانجام دینے والی خواتین نہ صرف اپنے خاندان بلکہ معاشرے کا بھی مفید رکن ثابت ہو رہی ہیں اس وقت منہاج القرآن ویمن لیگ کا ذیلی شعبہ WOICE بھی وجود میں آچکا ہے جو معاشرے میں خواتین کے مقام کو اسلام کی حقیقی روح کے مطابق مستحکم بنانے میں مصروف عمل ہونے کے ساتھ ساتھ اُنکی دادرسی کے اقدامات بھی کر رہا ہے۔معاشرے میں خواتین کی ایمپاورمنٹ سے متعلق ڈاکٹر طاہر القادری نے درج ذیل نظریات دیئے۔

پیشہ وارانہ اور خانگی امور میں توازن کا نظریہ:

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خواتین کو پیشہ وارانہ اور خانگی ذمہ داریوں میں متوازن روش اختیار کرنے کا نظریہ دیا۔ آپ نے اسلام کے تصور حقوق اور فرائض کو نہایت خوبصورتی سے واضح کیا کہ مرد اور خواتین دونوں اپنے ذمے حقوق اور فرائض پر برابر جوابدہ ہیں۔قرآن اور سنت سے خانگی امور کی جملہ ذمہ داریاں عورت پر ہونا ثابت نہیں ہے۔اس سلسلہ میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون ہیں۔عورت کا گھریلو ذمہ داریاں سرانجام دینا اس کے فرائض میں شامل نہیں لہذا مرد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان امور میں عورت کی

معاونت کرے کیونکہ معاشرہ حقوق اور فرائض کے حسین امتزاج سے تشکیل پاتا ہے ۔ اس طرح مرد کی معاونت سے عورت پیشہ وارانہ امور بھی خوش اسلوبی سے انجام دے سکتی ہے ۔اس کی مثال حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کی ہے جنہوں نے با پردہ رہ کر اسلامی اصول وضوابط کے مطابق خانگی امور کی انجام دہی کے ساتھ روم کی سفیر کے طور پر خدمات دیں لہذا اسلام کا اس حوالے سے نظریہ توازن اور اعتدال پر مبنی ہے۔ اسی نظریے پر عمل کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج القرآن ویمن لیگ کا شعبہ قائم کیا جس میں بڑی تعداد میں خواتین مذکورہ دونوں سطحوں پر بحسن خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

عورت کا کردار بحثیت داعیہ:

عورت معاشرہ ساز ہے اسکی تربیت معاشرہ کی تعمیر میں نمایاں مقام رکھتی ہے لہذا ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امت مسلمہ کو کنتم خیرا امتہ کی عملی تصویر بنانے کے جس مشن کا آغاز کیا اس میں خواتین کا بحثیت داعیہ اہم کردار شامل ہے یہی وجہ ہے کہ آج تحریک منہاج القرآن کے رفقاء میں خواتین کی ایک کثیر تعدا د شامل ہے جو بطور مبلغہ اور مقررہ معاشرے میں نمایاں مقام رکھتی ہیں ۔ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے سپیکرز فورم کے ذریعے خواتین دنیا بھر میں اپنے موثر انداز تقریر سے اسلام کی اشاعت میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے ۔

امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ میں کردار:

مسلمانوں کی زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ قرآنی تعلیمات اور سنت نبوی سے دوری ہے اس سلسلہ میں اصلاح احوال امت اور تجدید و احیائے دین کا جو نظریہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پیش کی اس میں نصف آبادی پر مشتمل طبقہ یعنی خواتین کو اہم کردار سونپا ۔آپ کے نزدیک خواتین کے بغیر مذکورہ مقاصد حاصل کرنا ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کے نشاۃ ثانیہ اور زوال کے اسباب کے خاتمے کیلیے تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے بنائی جانے والی جملہ پالیسیز میں خواتین کو مشاورت میں شامل کیا جاتا ہے۔ منہاج القرآن کی تمام اعلیٰ سطحی مشاورتی ڈھانچوں مثلاً سپریم کونسل ، قائمہ کمیٹی ،سنٹرل ایگزیکٹو کونسل اور سنٹرل ورکنگ کونسل میں خواتین کی واضح نمائندگی موجود ہے نیز دنیا بھر میں قائم منہاج القرآن ویمن لیگ کے سنٹرز پر ترویج و اقامت اسلام اور تجدید و احیائے دین کیلیے کی جانے والی جملہ کاوشوں پر پلاننگ اور تنفیذ کو خواتین عملاً یقینی بناتی ہیں ۔علاوہ ازیں درج ذیل سطحوں پر خواتین کی مشاورتی باڈیز تشکیل دی گئی ہیں :

1۔ ویمن ایگزیکٹو کونسل (WEC)
2۔ ویمن کوآرڈینیشن کونسل (WCC)
3۔ ویمن پارلیمنٹ

فقہی قوانین میں اعتدال کا نظریہ:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے یہ اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی فراہم کرتا ہے ۔اسلام کی اشاعت کے بعد مسلمان درجہ بدرجہ جس تنزلی کا شکار ہوئے اس میں عورت سے متعلقہ قوانین کے حوالے سے بھی رجعت پسندی کا عنصر غالب آ گیا اور خواتین کی حیثیت صرف ایک قیدی کی حد تک بنا دی گئی ایسے میں وہ قوانین جو اسلام نے عورت کیلیے مقرر کیے ان میں بھی تنگ نظری آ گئی ۔مثلاً عورت کی دیت نصف ہوگی یا مکمل اس پر علماء نے مختلف موقف اختیار کیے جس میں بڑی تعداد عورت کی نصف دیت کی قائل تھی۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے یہ نظریہ دیا کہ بحثیت انسان عورت کی جان کی حرمت بھی مرد کے برابر ہے لہذا عورت کے دیت بھی مرد کے برابر مکمل ادا کی جائے گی ۔

اسی طرح خلع سے متعلق یہ نظریات وجود میں آئے کہ عورت بحالت مجبوری مثلاً شوہر کی طرف سے تشدد یا نان ونفقہ نہ ملنے کی صورت میں خلع لے سکتی ہے اس پر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے یہ نظریہ دیا کہ خلع عورت کا بلا مشروط حق ہے لہذا وہ صرف اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کی بنا پر خلع لے سکتی ہے۔ حضور ﷺ کی سنت سے بھی ثابت ہے کہ ایک عورت کو حضور ﷺ نے صرف اس بناء پر شوہر سے خلع لینے کی اجازت کی کہ وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی تھی الغرض اسلام نے عورت کی حیثیت کے متعلق جو روشن خیال تصور پیش کرتا ہے۔ ☆☆

حقوقِ نسواں اور آزادئ نسواں

کچھ خواتین حقوق کے نام پر خواتین کی تضحیک کا سبب بنتی ہیں

عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عائلی سطح پر عورت کو تحفظ اور احترام فراہم کرنا ہے: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ام حبیبہ اسماعیل

عصر حاضر میں عورت کی حیثیت پر بات کرنا ایک عام موضوع بن چکا ہے۔ویسے تو یہ موضوع پورا سال میڈیا کی توجہ کا مرکز رہتا ہے مگر 8 مارچ عالمی یوم خواتین کے موقع پر یہ بحث شدت اختیار کر جاتی ہے خصوصا گزشتہ چند سالوں سے feminism نظریات کی حامل نجی تنظیموں نے اس دن کو باقاعدہ پلاننگ کے تحت منانا شروع کر دیا ہے اور اپنے feminist نظریات کا پرچار پورے اعتماد کے ساتھ کرتی نظر آتی ہیں ایسا ہی ایک مارچ گزشتہ برس دیکھنے میں آیا جس میں شریک خواتین کے نعروں نے معاشرے میں غصہ کی فضا پیدا کر دی ،تعداد میں بہت تھوڑی ہونے کے باوجود ان نظریات کی حامل خواتین بہت تیزی سے اپنا اثر و رسوخ قائم کر رہی ہیں ۔یقیناً اس سال بھی خواتین کے عالمی دن کے موقع پر یہ طبقہ کچھ نیا اور مضحکہ خیز لے کر آئے گا ،ایسے میں خواتین کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ یہ جانیں کہ بنیادی طور پر feminism کی اصطلاح کب استعمال ہونا شروع ہوئی،وہ کیا وجوہات تھیں کہ خواتین کو اپنے حقوق کی آواز بلند کرنا پڑی اور سب سے اہم ہے یہ جاننا کہ کب خواتین کے حقوق کے لئے لڑی جانے والی جنگ آزادی نسواں کے نعرے میں تبدیل ہوگئی ۔

بات چونکہ حقوق نسواں سے شروع ہوئی تھی لہذا پہلے دیکھنا یہ ہے کہ حق سے کیا مراد ہے حق کی ایک تعریف یہ ہے کہ جو شے انسان کے فائدہ کیلئے ہوتی ہے وہ حق کہلاتی ہے اور جو اُس کے ذمہ عائد ہو اُس کا نام فرض ہے اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اس لیے ہر ایک حق ایک نہیں بلکہ دو فرض کا حامل ہوتا ہے پہلا یہ کہ دوسروں پر اس حق کا احترام فرض ہے۔ دوسرا یہ کہ صاحب حق کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے حق کو امنِ عام اور جماعتی فلاح کیلئے استعمال کرے۔ یہ تو تھی حق کی تعریف اب دیکھنا یہ ہے کہ آزادی سے مراد کیا ہے؟

آزادی ہر جاندار کا فطری حق یعنی کوئی ذی روح اپنے ارادوں کو جس طرح چاہے پورا کرے اس پر کوئی دباو یا پابندی نہ ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ناممکنات میں ہے۔ اگرچہ انسان کو آزادی کا حق حاصل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی آزادی پر دست درازی نہ کرے کیونکہ آزادی صرف اُسی صورت برقرار رہ سکتی ہے جب دوسروں کی آزادی کو مجروح نہ کیا جائے۔ مغربی مفکرین کے نزدیک آزادی یہی ہے کہ ایک قوم اپنے ملک اور نسل کے زعماء کے بنائے ہوئے قوانین کا اتباع کرے لیکن ایک پرندہ دوسرے پرندے کے قوانین کا اتباع کیوں کرے۔ سابقہ تاریخ کے تجربات سے واضح ہے کہ انسان اپنا واضح قانون بنانے سے قاصر ہے۔ اس لیے اللہ کو حاکم اعلیٰ سمجھنے سے انسان اللہ کے بنائے ہوئے قوانین پر چلتا ہے جن کا حکم دیا گیا یہی انسان کی آزادی ہے۔ فطری آزادی کے ساتھ ساتھ آزادی کا ایک مفہوم غیروں سے آزاد ہونا اور ایک قوم کی حیثیت سے خود

اپنے ملک میں آزاد ہونا بھی ہے۔

غرض آزادی سے مراد معاشرے میں رہتے ہوئے تقریر و تحریر، رائے، ملکیت میں تصرف ہر قسم کی آزادی حاصل ہونا ہے۔ آزادی کی ایک اور تعریف یہ ہے کہ انسان اگر ایک ارادہ کرے اور ارادہ کے مطابق جس طرح چاہے اس کو پورا کرے اس کے ارادے اور عمل دونوں میں کوئی حائل نہ ہو سکے یہ آزادی مطلق ہے یہ آزادی صرف اللہ کا حق ہے۔ اس لیے جب ہم انسان کی آزادی پر بحث کریں تو اس جگہ یہ معنی کسی طرح نہیں اپلائی نہیں ہوتے انسان کیلئے تو آزادی مقصد ہی ممکن ہے اور موزوں بھی۔ اس آزادی کی تعریف فرانس کے مشہور انسانی حقوق کے اعلان 1784ء میں اس طرح کی گئی تھی۔

''انسان کیلئے ان تمام اختیارات کی آزادی جو دوسروں کیلئے نقصان کا باعث نہ ہو''۔

اسی آزادی کا نعرہ عورت نے بھی لگایا جب سترہویں صدی عیسوی میں مغربی معاشرے میں رہنے والے افراد نے ظالمانہ بادشاہی نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے بنیادی حق آزادی کا نعرہ بلند کیا کہ ہمیں قول، فعل، عمل میں ہر طرح آزادی ہونی چاہیے بحیثیت انسان ہم اپنی زندگی کسی کے تابع گزارنے کے پابند نہیں بلکہ آزاد ہیں یہ آزادی کا نعرہ آہستہ آہستہ اسقدر زبان زدِ عام ہوا کہ ظلم وستم کا شکار عورت بھی اپنے اس بنیادی حق کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی۔اسی آزادی کا نعرہ عورت نے بھی لگایا اور آزادی نسواں کا نعرہ زبان زد عام ہو۔

آزادی نسواں سے عموماً مراد خواتین کو بنیادی حقوق کی فراہمی لیا جاتا ہے۔ آزادی نسواں کی اصطلاح ابتداء میں عورت کو اُن تمام سیاسی، سماجی حقوق کے حصول سے متعلق تھی جس سے مرد بہرہ ور ہو رہا تھا۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ جن حالات میں عورت نے اپنے حقوق کی جنگ کا آغاز کیا وہ وقت، حالات اور مطالبات سب ہی موزوں اور جائز تھے کیونکہ وہ مطالبات اُن حقوق کی فراہمی پر مبنی تھے جو بحیثیت انسان ہر شخص کا بنیادی حق ہیں ۔لہذا ایسے حالات میں عورت کے حقوق کے لئے بلند ہونے والی حقوق نسواں کی تحریک بالکل درست منزل کی طرف گامزن ہوئی ۔عورت نے اگرچہ مختلف وقتوں میں اپنے حقوق کے لیے جنگ لڑنے کی کوشش کی مگر خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا پھر 1792ء میں میری وولٹسن کرافٹ کی کتاب نے باقاعدہ عورتوں کے حقوق کی جنگ چھیڑ دی ۔

مغربی عورت تدریجاً اپنے حقوق کیلئے آواز بلند کی مگر مغربی عورت نے اپنی نجات کے جس تحریک کا آغاز کیا تھا اس ماحول اور معاشرے میں بلاشبہ اس تحریک کا جواز موجود تھا۔

عورت نے انقلاب فرانس کے بعد اپنی جدوجہد حقوق کے حصول کے لیے جاری رکھی اگرچہ ابتداء میں تحریک عورتوں کے بنیادی حقوق کے حصول سے متعلق تھی جو کہ مغربی معاشرہ نے اسے نہیں دیئے تھے جن کی تفصیل آزادی نسواں کے پس منظر میں گزر چکی ہے۔ لہذا ابتداء میں آزادی نسواں کی اصطلاح نہ تھی بلکہ حقوق نسواں کا نعرہ بلند کیا گیا تھا جو بعد ازاں آزادی نسواں کا نعرہ بن گیا بہر حال مغرب میں عورتوں نے اٹھارویں صدی میں باقاعدہ اپنے حقوق کیلئے آواز بلند کی۔ عورتوں کو مردوں کی غلامی سے نجات دلانے کے تصور سے برپا کی جانے والی یہ تحریک بہت جلد اپنے رنگ ڈھنگ بدلنے لگی یورپ کا خاندانی نظام تباہ و برباد ہونا شروع ہوگیا معاشرتی برائیوں نے تیزی سے جنم لینا شروع کر دیا پھر سب سے زیادہ جو تبدیلی عورت کی سوچ میں آئی وہ یہ تھی کہ یورپ میں جنگ عظیم دوم سے قبل عورت کا اصل مقام گھر تصور کیا جاتا تھا اور وہ بچوں کی پرورش اور نگہداشت پر توجہ دیتی لیکن مساوی حقوق کا مطالبہ کرتے کرتے عورت اس نہج پر سوچنا شروع ہوگئی کہ بچوں کی ذمہ داری سے کیسے جان چھڑائے پھر عورتوں کے حقوق کیلئے جو تحریک اُٹھی اس میں کئی گروہ بن گئے کچھ کا مطالبہ مساوی حقوق تھے کچھ نے تو مرد کے وجود سے ہی انکار کر دیا۔

آزادی نسواں سے متعلق مختلف ادوار میں نظریات بھی مختلف رہے ہیں جیسے آغاز میں جب آزادی نسواں کا نعرہ بلند کیا گیا تو یہ عورت کے بنیادی حقوق کی فراہمی کیلئے تھا مگر آہستہ آہستہ یہ نعرہ حقوق سے آگے مردوں کے مساویانہ حقوق کے مطالبہ پر چلا گیا اور پھر اس سے اگلا قدم مردوں کی صنف

سے نفرت اور انکار تھا یوں آزادی نسواں جسے تحریک نسائیت (Feminism) کا نام بھی دیا گیا ہر دور میں اس کے تقاضے بدلتے رہے اس کے ساتھ ساتھ نسائیت سے متعلق نظریات بھی بدلنا شروع کئے یہ وہ موضوع ہے جس پر ہر دور میں قلم اُٹھایا گیا کچھ نے اس تصور کے حق میں اور کچھ نے اس تصور کے خلاف مگر حقیقت یہ ہے کہ نسائیت کے مختلف مکاتب فکر نے جو نظریات پیش کیے وہ ہر طبقے کیلئے قابل قبول نہ تھا۔ عصر حاضر میں بھی دیکھا جائے تو مغربی اور اسلامی معاشرے میں تصور آزادی نسواں سے متعلق دو قسم کے طبقات پائے جاتے ہیں۔

رجعت پسند گروہ:

مغربی معاشرہ میں جہاں نسائیت کی تحریک پروان چڑھی وہاں اب بھی ایسا طبقہ موجود ہے جو عورتوں کو آزادی تو درکنار بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ باوجود اس کے کہ اس وقت آزادی نسواں کی تحریک کو بہت سے مغربی ممالک میں حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہے بعض ممالک میں عورت کو ابھی بھی بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ اسلام جیسے آفاقی مذہب سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد میں بھی یہی رجعت پسندی کا عنصر پایا جاتا ہے جس کے تحت الہامی تعلیمات سے قطع نظر لڑکیوں کو بنیادی ضروریات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اس وقت بلاشبہ پاکستانی معاشرہ میں ایسے طبقات موجود ہیں جو آج بھی لڑکی کی شادی قرآن سے کر دیتے ہیں تاکہ جائیداد کو گھر میں ہی رکھا جا سکے۔ پھر پسند کی شادی کرنے پر اُسے کارو کاری کے جرم میں موت کی بھینٹ بھی چڑھا دیا جاتا ہے مگر یہ اسلام کی تعلیمات کے کلیتاً منافی ہے۔ ان تمام معاملات کو اسلام کے ساتھ جوڑنا سراسر غلط ہے۔ اسی طرح مغربی معاشرہ میں بھی عورت ابھی تک ظلم کا شکار ہے۔

جدیدیت پسند گروہ:

اوپر آزادی نسواں سے متعلق ایک انتہا کا ذکر کیا گیا ہے یہ طبقہ دوسری انتہاء پر کھڑا ہے وہ طبقہ عورت کو بنیادی حقوق کی فراہمی بھی ضروری نہیں سمجھتا یہ طبقہ غیر ضروری آزادی کو بھی جائز سمجھتا ہے۔ اس طبقہ کے نزدیک عورت کو وہ آزادی میسر ہونی چاہیے جو مرد کو حاصل ہے۔ یہ طبقہ عورت کیلئے مادر پدر آزادی کا خواہاں ہے جو کہ اصل الہامی ادیان کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔

عورت کی آزادی کے تصور کو لے کر عصر حاضر میں بھی معاشرہ الہام کا شکار ہے اس ابہام کو دور کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ معاشرہ جس بگاڑ کی طرف جارہا ہے اس بگاڑ کو دور کیا جاسکے رجعت پسندی اور جدیدیت کے درمیان ایک متداول پسند سوچ کا ہونا بہت ضروری ہے اور یہ سوچ اسلام میں پائی جاتی ہے۔ ذیل میں نسائیت کے چند مکاتب فکر کے نظریات پیش کیے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے آزادی نسواں کے تصور کو مختلف جہتوں سے بیان کیا۔

تصور آزادی نسواں سے متعلق مکاتب فکر کے نظریات کا جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس بات کا اندازہ لگایا جاسکے کہ تحریک نسواں کے اصل میں مقاصد کیا ہیں وہ کیا حقوق ہیں جنہیں حاصل کیا جانا مقصود ہے عمومی طور پر تحریک نسائیت کے تین مکاتب فکر مشہور ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

i) بنیاد پرست مکتبہ فکر (Redical :Feminism):

اس مکتبہ فکر کے نظریات کے مطابق عورت مرد کے ہاتھوں استحصال کا شکار رہی ہے اور مردوں کے معاشرے میں عورت مظلوم ومحکوم ہے۔ مرد عورت کو تشدد کے ذریعے محکوم رکھنا چاہتا ہے۔

ان کے نزدیک مرد عورت کا دشمن ہے یہ معاشرے کیلئے (Patraichy) کی اصطلاح استعمال کرتی ہیں جس کا مطلب ہے مردوں کا معاشرہ یہ طبقہ مردوں کے معاشرہ کو عورت کے معاشرہ میں تبدیل کرنا چاہتاہے اور ہم جنس پرستی سے ہی مردوں سے مکمل آزاد ہوا جا سکتا ہے۔

بہر حال عورت کا آزادی کے بارے میں یہ انتہاء

پسند سوچ کا مالک مکتبہ فکر ہے۔ ان کے نزدیک مرد کی امتیازی حیثیت کو ختم ہونا چاہیے

مارکسی نسائیت کا حامل طبقہ:

مارکسی یا اشتراکی مکتبہ فکر کارل مارکس کا مرہون منت ہے جو اشتراکی نظام معیشت کا بانی تصور کیا جاتا ہے کارل مارکس نے اشتراکی نظام معیشت کی بنیاد رکھی تو عورت کی مظلومیت کا سارا بوجھ سرمایہ دارانہ نظام پر ڈال دیا۔

مارکسی اور اشتراکی نقطہ نظر رکھنے والے مرد یا عورت محکوم معاشرے کو مکمل طور پر عورت کے استحصال کا ذمہ دار قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک عورت کی مظلومیت کا ذمہ دار سرمایہ دارانہ نظام ہے اُن کے نزدیک عورت کو بحیثیت ماں یا خاتون خانہ کے کام کرنا دراصل استحصال ہے کیونکہ اس کام کا کوئی معاوضہ اُسے نہیں ملتا۔

لبرل نسائیت کا مکتبہ فکر:

تیسرا مکتبہ مغرب کے ہاں آزادی پسند گروہ کا ہے۔ یہ طبقہ عورت کو انفرادی حیثیت میں حقوق دینے پر زور دیتا ہے۔

لبرل نسائیت کا مکتبہ فکر آزادی کو شخصی آزادی کے طور پر اخذ کرنا ہے کہ ہر شخص اپنی مرضی کی زندگی گزارے۔ لبرل نسائیت پسند یقین رکھتے ہیں کہ شخصی آزادی کی مشق کچھ خاص اہلیت والے حالات پر منحصر ہے جو خواتین کی زندگیوں میں ناکافی حد تک موجود ہیں یا پھر معاشرتی انتظامات خواتین کی شخصی آزادی کی عزت کرنے میں اکثر ناکام ہو جاتے ہیں اور خواتین کی فعالیت کے دوسرے عناصر لبرل نسائیت پسند یقین رکھتے ہیں کہ ریاست خواتین کی شخصی آزادی کی ترویج کی تحریکیں ختم کرسکتی ہیں۔

لبرل مکتبہ فکر کے نزدیک عورت کو مردوں کے مساویانہ حقوق میسر آنے چاہیں۔ ان کے نزدیک عورتوں کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ بحیثیت قانون اپنے آپ کو مختلف شعبہ جات میں منواسکیں۔

جو مسائل لبرل نسائیت پسندوں کیلئے اہم ہیں ان میں بچوں کی پیدائش اور اسقاط کے حقوق، جنسی تشدد، حق رائے دہی، تعلیم، یکساں روزگار کی یکساں اجرت، بچوں کی قابل استطاعت دیکھ بھال اور خواتین کے خلاف ہونے والا گھریلو اور جنسی تشدد کو منظر عام پر لانا شامل ہے۔

یہ طبقہ بنیاد پرست اور مارکسی مکاتب کی طرح کسی دوسرے کو عورتوں کی محکومیت کا ذمہ دار قرار نہیں دیتا بلکہ انفرادی حیثیت میں حقوق کی فراہمی پر زور دیتا ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔

لبرل نسائیت پسند گروہ کے ہاں نظریات کا کوئی مرتب مجموعہ نہیں اس لیے وہ انقلابی واشتراکی نظریات سے قدرے مختلف ہے۔ ان کا ہدف جنسی مساوات کا حصول ہے لیکن تدریجی طور پر ان کے خیال میں معاشی، معاشرتی اور سیاسی تبدیلی کا ایک تدریجی عمل کام کرتا ہے۔ اسی کے اندر سرگرم رہنا چاہیے اور اسی کے ذریعے مقاصد حاصل کرنے چاہیں یہی وجہ ہے کہ اس گروہ کیخلاف مغرب میں کوئی ردعمل نہیں اس گروہ کا خیال ہے کہ جنسی عدم مساوات سے معاشرے میں کوئی فرق نہیں پہنچ رہا۔ بعض باصلاحیت خواتین معاشرے میں کوئی کردار ادا نہیں کر پاتیں کیونکہ انہیں موقع نہیں ملتا اور بعض مرد اپنے بچوں سے قریبی تعلق نہیں رکھ پاتے کہ وہ بے حد مصروف ہوتے ہیں۔

(خالد علوی، (2004ء)، اسلام کا معاشرتی نظام،ص:۵۶۱)

لہٰذا اس طبقہ کے نزدیک معاشرتی عدم مساوات کی بجائے انفرادی سطح پر حقوق کی فراہمی بنایا جائے۔

درج بالا نظریات کی ترویج واشاعت ہوتی رہی اور آزادی نسواں سے متعلقہ تمام مکاتب نے عورت کی آزادی سے متعلق جدوجہد جاری رکھی۔ مغربی معاشرہ میں تصور آزادی نسواں نے زیادہ تر انہیں مکاتب کے زیر اثر پرورش پائی۔ اس ساری جدوجہد میں عورت جزوی طور پر حقوق حاصل کرنے میں کامیاب رہی مگر عائلی سطح پر عورت کو نہ تو حقوق دیئے گئے اور جو حقوق اُسے میسر تھے وہ بھی آزادی کے نام پر اُس سے چھین

لیے گئے اس صورتحال پر ڈاکٹر محمد طاہر القادری رقمطراز ہیں۔

عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عائلی سطح پر عورت کو ایسا تقدس اور احترام فراہم کرنا ہے جس سے معاشرے میں اس کے حقوق کے حقیقی تحفظ کا اظہار بھی ہو اگر ہم حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں مغربی معاشرے میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورتحال ہے خاندان جو کسی بھی معاشرے میں انسان کے تحفظ ونشوونما کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے عورت کے تقدس کے عدم احترام کے باعث مغربی معاشرے میں شکست و ریخت کا شکار ہے۔

(قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر (2010ء)، اسلام میں انسانی حقوق)

غرض حقوق نسواں کی تحریک اپنے تدریجی سفر میں آزادی نسواں کی تحریک میں بدل کر اپنا رنگ ڈھنگ بدل چکی ہے۔ اب حقوق کی جنگ بہت پیچھے اور مردوں پر سبقت لینے کی سوچ بہت آگے آچکی ہے۔ نتیجتاً یہ بات تو کسی سے چھپی نہیں کہ اس وقت مغربی معاشرہ میں عائلی نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ اعداد و شمار اٹھا کر دیکھیں تو طلاق کی شرح میں اسقدر اضافہ ہو چکا ہے ماں باپ خاندان نہیں بنا پا رہے تو اولاد جرائم کی طرف جا رہی ہے۔ تصویر کا ایک رخ اگر عورت کو آزادی نسواں کے نام پر حقوق دکھا رہا ہے تو دوسرے رخ پر وہ تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ آزادی نسواں کے تصور کو فروغ دینے میں بہر حال این جی اوز NGOs نمایاں کردار ادا کیا ہے عصر حاضر میں عورت کے حقوق کی بحث ختم نہیں ہوئی بلکہ زیادہ زور وشور سے جاری ہے۔ لہذا اگر حقوق سے مراد معاشی، معاشرتی، سیاسی حقوق مراد ہیں تو یقیناً ہر طبقہ دین اس سے اختلاف نہیں کرے گا دورِ حاضر میں اگر ماضی میں مختلف ادیان عورت کو حقوق نہیں دے رہے تھے تو اس وقت وہ بھی عورت کے حقوق کے علمبردار ہیں۔ اگر آزادی نسواں کی تحریک کے اثرات کی صورت میں خواتین کیلئے ایکٹ بن بھی گئے تو کتنوں پر عمل ہوا؟ تیسری دنیا کے ممالک میں سے ابھی بھی بہت سے ممالک میں سے عورت بنیادی حقوق سے محروم ہے۔ عورت کو اس کے پیکرِ حجاب سے نکال کر اُسے آزاد تصور نہیں کیا جاسکتا جب جس ملک نے عورت کو بے جا آزادی دی اُسی وقت سے اس ملک میں عائلی نظام خراب ہوتا چلا گیا۔ اس وقت ہمارے ہاں اگر عورت کی بے جا آزادی پر بات کی جائے تو تنگ نظر ممالک کی صف میں لا کھڑا کر دیا جائے گا پاکستان کی مثال ہی لے لیجئے یہ ایسا ملک تصور کیا جاتا ہے کہ جہاں عورت پر بہت ظلم وستم ہو رہے ہیں اور اگر حقائق کو سامنے رکھا جائے تو پاکستان میں ایسے علاقے موجود ہیں جہاں آج بھی عورت بنیادی حقوق سے محروم ہے لیکن خیر یہ تو مغربی ممالک میں بھی ہو رہا ہے۔ مگر دوسری طرف پاکستان میں ایسی خواتین زیادہ تعداد میں ہیں جو اسلامی حقوق سے بہرہ ور ہو رہی ہیں۔ اس کے باوجود حکومتی سطح پر عورت کے حقوق کے تحفظ کیلئے بل بھی بنائے جا رہے ہوتے ہیں جو کہ حقوق سے زیادہ مغربی عورت کی صف میں مشرقی عورت کو بھی کھڑا کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ جبکہ اگر اسلامی ممالک اسلام کے دیئے ہوئے حقوق کو ہی قابل نفاذ بنا لیں تو شاید حکمرانوں کو کسی بیرونی ایجنڈے کی ضرورت نہ رہے۔

عورت کو حقوق ملنے چاہیں لیکن اُن حدود و قیود کے ساتھ جو الہامی ادیان کی اصل تعلیمات میں موجود ہیں۔ بحث اس بات پر ہونی چاہیے کہ عورت کو دیئے جانے والے حقوق کے سلسلہ میں جو قوانین بنائے گئے اُن پر عملدرآمد ہو رہا ہے کہ نہیں۔ مغربی ممالک کے اعداد و شمار تو ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ حقوق کی جنگ وہاں عورت آج بھی لڑ رہی ہے پھر جن گروہوں کا آغاز میں ذکر کیا گیا کہ عورت کی آزادی کے حوالے سے تنگ نظر افراد بھی ہیں اور ضرورت سے زیادہ روشن خیال بھی کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک درمیانی راستہ نکال لیا جائے جس سے عورت کو حقوق بھی مل جائیں اور وہ بے جا آزادی سے بھی بچ جائے۔ اس کے لیے Women Empowerment کی نئی فکر معاشرے میں متعارف کروانے کی ضرورت ہے جو اسلام کے نظریہ توازن پر مبنی ہو۔

☆☆☆☆☆

عظیم دخترانِ ملت اسلامیہ

تاریخِ اسلام میں خواتین نے دعوت و تربیت، معاشی، سیاسی عسکری میدانوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے

عصرِ حاضر میں خواتین سائنس، طب اور ملکی ترقی میں سرگرداں ہیں

ڈاکٹر فرخ سہیل

تاریخ اسلام عظیم خواتین کے کارہائے نمایاں سے بھری پڑی ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں خواتین نے بڑھ چڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں۔ جس کی وجہ سے ان کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا عورت نے زندگی کے ہر محاذ پر اپنا فرض باحسن ادا کرکے یہ ثابت کیا کہ وہ اپنے فرائض سے بخوبی آگاہ ہے اور اس نے ثابت کیا عزت و وقار مثبت کردار اور مصمم ارادے سے تاریخ کے دھاروں کا رخ بدل سکتی ہے کیونکہ ہر دور میں ظلم و جور کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والی تحریکوں کے خلاف عورت روح رواں کے طور پر پیش پیش رہی اور اس نے ثابت کردیا کہ انقلاب آشنا عورت قوم کے مقدر کو بدل سکتی ہے۔ چونکہ اسلام ایک معتدل مذہب ہے جس میں عورت کا اندرون خانہ ذمہ داریوں کے علاوہ دیگر امور کی انجام دہی کے سلسلے میں گھر سے باہر جانے کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ وہ حسب ضرورت معاشی تگ و دو میں اپنا حصہ ڈال سکتی ہے۔

عظیم داعی انقلاب حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو جو مقام عطا کیا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ آپ نے خواتین کی تمام جائز خواہشات کا لحاظ رکھتے ہوئے مردوں کے لیے احکامات صادر فرمائے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق ایک صحابی نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری بیوی حج پر جانا چاہتی ہے اور میں نے جہاد کے لیے اپنا نام پیش کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس صحابی سے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو لے کر حج کے لیے جاؤ۔

خواتین نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں بھی موثر کردار ادا کیا خواتین کے اس عظیم کردار کو دیکھتے ہوئے ہی بہت سے صحابہ نے اسلام قبول کیا۔ جس کی ایک بہت بڑی مثال حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آنحضرت ﷺ کی سب سے پہلی مونس و غمخوار اور راز دار نبوت ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف بھی رکھتی ہیں۔ جناب خدیجہ نے اسلام کی ترویج و اشاعت میں جو قربانیاں پیش کیں ان کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ آپؓ مکہ کی ایک مالدار خاتون تھیں۔ اپنا سارا مال و زر راہِ اسلام پر قربان کردیا۔ یہاں تک کہ عمر رسیدگی میں بھی اسلام کی خدمت کے لیے سرگرداں رہیں یہاں تک کہ شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں اور تکالیف برداشت کیں۔ جس کی وجہ سے معاہدے کے ختم ہونے کے بعد جناب خدیجہ انتقال فرماگئیں اور نبی محترم ﷺ آپؓ کی وفات پر اس قدر رنجیدہ خاطر ہوئے کہ اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

قرآن مجید میں بھی بہت سی معزز و محترم خواتین کا تذکرہ آیا ہے جن میں حضرت ابراہیم کی والدہ، حضرت سارہ، حضرت حاجرہؓ، حضرت آسیہؓ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، حضرت مریم اور ملکہ سباء جیسی نامور خواتین شامل ہیں۔ اسی طرح اگر دیکھا جائے تو امہات المومنین اور صحابیات رسول ﷺ کے قابل ستائش کارنامے ہزاروں کتب کی زینت بن چکے

ہیں جن میں حضرت زرقا، حضرت خنساء، حضرت عفیرہ بنت عفار، حضرت لیلیٰ بنت الجریر، حضرت ام رمان، حضرت ام عبداللہ، حضرت ام جمیل، حضرت ام حنظلہ، حضرت ام طارق، حضرت ام سہل، حضرت جمیلہ، حضرت عمارہ، حضرت رفاعہ، حضرت معاذہ، حضرت خولہ، حضرت ام انس، حضرت ام حبان، حضرت ام ورق کے علاوہ اور دیگر خواتین کا نام کتب کی زینت ہے۔ خاندان رسالت پہ نظر ڈالی جائے آپ کی ازواج مطہرات کے علاوہ آپ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور ان کی بیٹیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثومؓ بہت محترم خواتین ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی دختر فاطمۃ الزہراؓ جو کہ آپ کی تبلیغ کی مشکلات میں اپنی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ہمراہ موجود رہیں۔ کفار جب آپ کی بے ادبی اور گستاخی کرتے تو فاطمہؓ اپنے گھر سے نکل کر آپ کا تحفظ قربانی آپ کی ایک مرتبہ کسی گستاخ نے آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی آلائش ڈال دی جناب فاطمہ الزہراء کو جب معلوم ہوا تو وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور آپ کی پشت سے اس گندگی کو ہٹایا۔ اس کے علاوہ حضرت رسول رحمت ﷺ کا شیوہ تھا کہ آپ اکثر حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور جب فاطمہؓ آپ کو ملنے کے لیے آتیں تو آپ باعث شفقت و محبت کھڑے ہوجاتے اسی لیے حضرت فاطمہ کو ام ابیھا کہا جاتا ہے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ جناب فاطمہ کے لیے حضور نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کے دونوں صاحبزادے امام حسن و حسین جوانانِ جنت کے سردار ہوں گے۔ جناب فاطمہ کی دو صاحبزادیاں جناب زینب الکبریٰ اور جناب ام کلثوم بھی تاریخ کی نامور خواتین میں شامل ہیں۔ جو اپنے پیارے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا کے میدان میں موجود تھیں۔ نو محرم کی رات کو یہ دونوں بہنیں لشکر میں موجود خاندان رسالت کے بچوں اور نوجوانوں کو دین اسلام کی حفاظت و سرفروشی کا درس دیتی رہیں اور بعدِ شہادت امام علی مقام ان دونوں بیبیوں نے خاندان رسالت کے بچے کھچے افراد کی دلجوئی فرمائی۔ جناب زینب وہ بہادر خاتون ہیں جنہوں نے پیارے بھائی کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے زین العابدین کی حفاظت فرمائی جو کہ انتہائی بیمار تھے جس کی وجہ سے میدان کارزار میں نہ جاسکے۔ بعد عصر جب عمر بن لحد ملعون کی فوجوں نے خیام اہلبیت کو آگ لگادی تو یہ دونوں بہنیں خاندان رسالت کے معصوم بچوں اور خواتین کو خیام سے باہر نکال کر لائیں اور پوری رات ایک ٹوٹی ہوئی تلوار لے کر یتیموں اور بیواؤں کا پہرہ دیتی رہیں۔ 11 محرم کو قافلہ حسینی کے پسماندگان جن میں کچھ خواتین اور بچوں کے علاوہ بیمار زین العابدین بھی تھے جب انہیں اسیر کر کے کوفہ کی طرف لے جانے لگے تو انہیں شہدا کے لاشوں کے درمیان سے گزارا گیا بے گوروکفن لاشوں کے درمیان سے یہ ستم رسیدہ قافلہ گزرا تو تمام اہلبیت غم سے نڈھال ہوگئے۔ اس وقت جناب زینب نے غم سے نڈھال لہجے میں فرمایا۔

''اے محمد مصطفیٰ ﷺ آیئے دیکھئے آپ کے حسینؑ کا خون آلودہ لاشہ چٹیل میدان میں بے گوروکفن پڑا ہے اس کا جسم پارہ پارہ کردیا گیا ہے۔ آپ کے گھرانے کی خواتین کو رسیوں سے جکڑا گیا ہے آپ کی ذریت قتل ہوکر ریت پر پڑی ہے۔ اے میرے نانا یہ آپ کی اولاد ہے جسے ہنکایا جارہا ہے۔ ذرا حسین کو دیکھئے اس کا سر کاٹ لیا گیا ہے۔ اس کا عمامہ اور چادر چھین لی گئی ہے۔ جناب زینب کا یہ بیان سن کر دوست دشمن سبھی رو پڑے جب یہ لٹا ہوا قافلہ اسیر ہوکر کوفے میں داخل ہوا تو ہزاروں کا مجمع تھا جن میں بعض کی آنکھیں پرنم تھیں اور بعض نے پتھروں سے استقبال کیا۔ اس پر بی بی زینب نے کوفیوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ

لوگوں اپنی نظریں نیچی رکھو، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی لٹی ہوئی اولاد ہے۔ اس کے بعد جناب زینب اہل کوفہ کے سامنے ایک ایسا عبرت ناک خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ حیدر کرارؓ تقریر فرمارہے ہیں۔ اس خطبے کو سن کر کوفیوں کو اس قدر ندامت و شرمندگی ہوئی کہ ان میں سے اکثر بے تحاشا رونے لگے۔ ان کوفیوں میں عرب کا ایک فصیح اللسان خدلم بن کثیر بھی شامل تھا۔ خطبے کی فصاحت و بلاغت سن کر بے ساختہ پکار اٹھا:

''واللہ! اے علی کی بیٹی تمہارے بوڑھے سب

بوڑھوں سے، تمہارے جوان سب جوانوں سے، تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے سے کسی سے نہیں ڈرتی"۔

اسی طرح جناب زینب نے یزید کے بھرے ہوئے دربار میں خطبہ ارشاد فرمایا کہ حیدر کرارؓ کی بیٹی کی گرجدار آواز سن کر یزید اور اس کے تمام درباری سکتے میں آگئے۔ یہ جناب زینب ہی تھیں کہ جنھوں نے قدم قدم پر اپنی اور اپنے شہداء کی حقانیت بیان کی اور شہیدان کربلا کے مصائب بیان کیے۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ حسن علیہ السلام کی قربانی دین اسلام کو بچانے کے لیے تھی اور قربانی حسین کو تاابد زندہ اور تازہ رکھنے والی ان کی یہ بہادر بہن جناب زینب سلام اللہ تھیں۔

خاندان بنو ہاشم کی دیگر نامور خواتین میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں۔ یہ وہ بہادر خاتون ہیں کہ جب حضرت حمزہ کے جسم اطہر کو بعد شہادت ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا کہ دیکھنے والوں کے دل دہل گئے لیکن اس بی بی نے بڑی شان کے ساتھ میدان میں جاکر اپنے بھائی کی لاش پر سلام عقیدت پیش کیا۔ اس کے علاوہ غزوہ بنو قریظہ کے دوران اپنی جرات و بہادری کے جھنڈے گاڑے کہ ایک یہودی جو جاسوسی کے لیے قلعہ کے گرد منڈلا رہا تھا۔ حضرت صفیہ نے اسے واصل جہنم کیا۔ غزوہ احزاب میں عرب کے تمام مشرکین و یہود نے متحد ہوکر اسلام پر یلغار کی حضور سرور کائنات تو اپنے تمام جانثاروں کے ہمراہ جہاد میں مشغول تھے۔ یہود کے کسی فرد نے دیکھا کہ قلعے میں صرف عورتیں اور بچے موجود ہیں۔ جب وہ میدان خالی دیکھ کر قلعے کے قریب پہنچے تو جناب صفیہ نے خیمے کی چوب اکھاڑ کر اس یہودی کے سر پر ماری اور اس کا سر کاٹ کر قلعے سے نیچے پھینک دیا اور اس طرح اس شیر دل خاتون نے مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو یہود کے ظلم سے بچایا۔

ایک اور عظیم خاتون حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق ہیں جنھوں نے ہجرت کے موقع پر اپنی کم عمری کے باوجود ابوجہل کے قہر وغضب کی پرواہ کیے بغیر ہجرت کے پر خطر راز کو اپنے سینے میں محفوظ رکھا۔ حضرت اسماء چونکہ بہت بہادر اور نڈر خاتون تھیں لہذا ایک روایت کے مطابق وہ آنحضورﷺ کے وصال کے بعد اپنے شوہر اور فرزند کے ساتھ شام کے میدان جہاد میں بھی تشریف لے گئیں اور دیگر خواتین کے ساتھ لڑائی میں جنگی خدمات سرانجام دیں۔ ان کی سوتیلی بہن حضرت عائشہ صدیقہ جو ازواج رسول میں سب سے کم عمر تھیں ان کی بہادری اور شجاعت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ بھی حضور اکرمﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئیں۔ غزوہ سے واپسی پر قافلے کے روانہ ہوجانے کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئی تھیں اور جب وہ واپس تشریف لائیں تو انہیں ایک بہت بڑے بہتان کا سامنا کرنا پڑا جس کو انہوں نے انتہائی صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکدامنی پر آیات نازل فرمائیں۔

اسی طرح دیگر اور نامور بہادر مسلمان خواتین کے نام قابل ذکر ہیں۔ جس کی تفصیل کے لیے بہت صفحات درکار ہیں۔ لہذا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

حضرت ام عمارہ جو کہ خاتون احد کے نام سے معروف ہیں۔ ایک اور خاتون اسماء بنت یزید ہیں جنھوں نے انصار کی تمام مسلمان خواتین کی طرف سے آپﷺ سے ملاقات کی۔ اس خاتون کی فصیح البیانی اور حسن تقریر کا حضورﷺ نے خود اعتراف فرمایا۔ یرموک کی لڑائی میں بھی پیش پیش رہیں۔ حضرت خنساء بنت عمرو بھی اسلام کی نامور خاتون ہیں جنگ قادسیہ میں بچوں کی شہادت کے بعد اپنے بیٹوں کی یاد میں مرثیے لکھے۔ ان کا ایک ضخیم دیوان بیروت سے چھپ چکا ہے۔ اسی طرح حضرت ام سلیم خادم رسول حضرت سیدنا انس کی والدہ گرامی تھیں۔ کچھ سیرت نگاروں کے مطابق یہ رسولﷺ کی خالہ بھی مشہور تھیں۔ ام سلیم نے غزوہ خیبر میں دیگر خواتین کے ساتھ جنگ میں مجاہدین کی مدد پر مامور تھیں۔

عورتوں کی سماجی اور جنگی خدمات کا تذکرہ بخاری و مسلم میں بھی ہوا ہے۔ ان کی خدمات سے واقعات کے حوالوں کے ساتھ موجود ہیں۔ عصر حاضر میں بھی خواتین معزز پیشوں کے انتخاب اور تعلیمی سہولتوں کے ساتھ ملکی ترقی میں سرگرداں ہیں۔ سائنس کا میدان یا زراعت وکھیتی باڑی، گلہ بانی ہو یا طب وحکمت یا دستکاری لہذا ہر میدان میں خواتین عملی میدان میں بھرپور طریقے سے اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ وہ عصر حاضر کی خواتین کی عزت و آبرو کا حامی و ناصر ہو۔ ☆☆☆☆☆

قرارداد پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ ہے

بانی پاکستان نے فرمایا ہمارے ہندو دوست اسلام اور ہندو ازم کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں

برصغیر میں 10 صدیوں پر محیط عرصہ اقتدار میں مسلم حکمرانوں نے ہندو کمیونٹی کیساتھ مشفقانہ رویہ رکھا

ڈاکٹر عشرت فاطمہ

دو قومی نظریہ کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے کسی افلاطونی ذہنیت یا آئن سٹائن کے دماغ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان ہزاروں سال ایک ساتھ رہنے کے باوجود مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ تھے اور کبھی بھی ایک قومیت نہیں رہے اس بات کو یوں سمجھئے کہ ہندو اور مسلمان ایک ندی کے دو کنارے تھے جو ساتھ ساتھ رہنے کے باوجود کبھی آپس میں نہیں ملتے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے بعد اور انگریزوں کے دور اقتدار سے قبل ہندو اور مسلمان تقریباً ہزار سال یعنی دس صدیاں ساتھ رہے ان دس صدیوں میں مسلمانوں نے یہاں حکمرانی کی، مسلمان حکمرانوں نے عمومی طور پر ہندوؤں کے ساتھ انتہائی اچھا، مشفقانہ اور ہمدردانہ رویہ رکھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں مسلمانوں کی حیثیت کو زوال آیا تو ہندوں کو بھی اپنے تعصب کا کھل کر اظہار کرنے کا موقع مل گیا ایک جانب ہندوؤں کا انتہا پسندانہ اور متعصّبانہ رویہ تھا تو دوسری جانب انگریزوں کو اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ انہوں نے حکومت ہندوؤں سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے چھینی ہے اس لیے منطقی طور پر ان کو مخالفت کا سامنا بھی مسلمانوں کی جانب سے زیادہ تھا۔ اگرچہ ابتداً میں ہندوؤں نے بھی انگریزوں کے خلاف تحریک میں حصہ لیا لیکن بعد ازاں انگریزوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کو زیادہ پذیرائی بخشنا شروع کی، ان کو ہر معاملے میں مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی گئی خواہ وہ تعلیم کا میدان ہو، تجارت کا میدان ہو یا سیاسی میدان الغرض ہر جگہ مسلمانوں کو دبایا جاتا رہا اور ہندوؤں کو زیادہ سپورٹ کیا جاتا رہا۔

یہی وہ حالات تھے جن کے باعث برصغیر کے مسلمانوں میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ ہم ایک ہزار سال تک بھی ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے باوجود ان کی نفرت اور تعصب کا نشانہ بن رہے ہیں یہاں سے مسلمانوں میں یہ سوچ پروان چڑھی کہ ہندو اور مسلمان ہمیشہ دو الگ الگ قومیں تھیں، ہیں اور الگ ہی رہیں گی۔ ان کو کبھی بھی ایک قوم سمجھنا سخت غلطی ہوگی۔ اسی سوچ کے باعث دو قومی نظریے نے جنم لیا۔

29 دسمبر 1930ء کو علامہ اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کی ایک علیحدہ ریاست کا تصور پیش کیا اور یہ تصور سیکولر یا محض ایک مملکت کا نہیں بلکہ اسلامی مملکت کا تصور تھا یہاں ان کے صدارتی خطاب کے کچھ اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''جس شخص کو آپ نے آج آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے اعزاز سے نوازا ہے وہ اب بھی اسلام کو ایک زندہ طاقت سمجھتا ہے، وہ طاقت جو انسانوں کے ذہن کو وطن اور نسل کے تصور کی قید سے نجات دلاسکتی ہے۔ اسلام ریاست اور فرد دونوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سوچنا ہمیں یہ ہے کہ فی الواقعہ مذہب ہمارا ذاتی معاملہ ہے؟ اور کیا ہم اسے ذاتی معاملہ قرار دے کر اسلام کو بھی سیاسی و اخلاقی نصب العین میں اس منزل پر پہنچانا چاہتے ہیں جو قبل ازیں مغرب مسیحیت کے ساتھ ہو چکا ہے؟ دوسری

صورت یہ ہے اگر ہم اسلام کو بدستور اخلاقی تخیل کے طور پر رہنے دیں مگر اسلامی نظام سیاست کی جگہ کسی قومی نظام کو اپنالیں جس کے تحت مذہب درمیان میں نہ ہو تو کیا یہ ممکن ہے؟

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں کچھ اور آگے جانا چاہتا ہوں میں تو چاہتا ہوں کہ پنجاب، صوبہ شمال مغربی سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست کی صورت دے دی جائے، چاہے پھر یہ ریاست برطانوی ہند کے اندر ہی اپنی خودمختار حکومت قیام عمل میں لائے یا اس سے باہر مگر میرا احساس ہے کہ آخر کار شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک علیحدہ اسلامی ریاست لازماً قائم کرنی پڑے گی۔

1940ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں دو قومی نظریئے کا باقاعدہ تصور پیش کیا گیا۔ 21 مارچ کی شام کو اس اجلاس کا آغاز ہوا اور 22 مارچ کو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے صدارتی خطاب کے دوران واضح طور پر فرمایا کہ؛ ہمارے ہندو دوست اسلام اور ہندوازم کی حقیقی صورت حال اور حقیقت کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں، میرے خیال میں یہ دونوں کسی قطعی اعتبار سے لغوی اعتبار سے مذہب نہیں ہیں لیکن درحقیقت یہ سماجی اور معاشرتی ضوابط ہیں اور یہ کہ ہندو اور مسلمان کوئی ایک قومیت بنا سکیں گے یہ غلط فہمی اب قصہ پارینہ ثابت ہوچکی ہے اگر ہم اس غلط فہمی کو دور کرنے سے قاصر رہے اور اپنے ان خیالات میں تبدیلی نہ لاسکے تو تباہی لازمی ہوگی۔ ہندو اور مسلمان دو جداگانہ مذہبی فلسفوں، سماجی رسوم رواج اور علمی ادبی ورثے سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ تو وہ آپس میں شادی کرسکتے ہیں اور نہ ہی مل کر کھا سکتے ہیں۔ درحقیقت وہ دونوں مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تہاذیب کے افکار و نظریات بھی ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ زندگی اور زندہ رہنے کے بارے میں دونوں کے نظریات دیگر پہلو ایک سے دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندو، مسلمان تاریخ کے مختلف شعبوں اور ذرائع سے اکتساب کرتے ہیں۔ دونوں کی رزمیہ تاریخ مختلف ہے، دونوں کے ہیرو مختلف ہیں۔ ایسی دو قوموں کو کسی ایک ہی سلطنت میں کردینا کہ جن میں ایک تو عددی اقلیت میں ہو اور دوسری واضح اکثریت میں، اس کا نتیجہ لامحالہ بے سکونی، ابتری اور تباہی کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔ اس لیے ان کا اپنا ایک وطن ہونا چاہئے، ان کا اپنا ایک علاقہ اور اپنی مملکت ہونی چاہئے

قرارداد پاکستان کے نکات:

23 مارچ کو یادگار قرارداد لاہور پیش کی گئی جسے قرارداد پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ شیر بنگال ابوالقسیم مولوی فضل الحق نے یہ قرارداد پیش کی:

۱۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہایت غور فکر کے بعد اس ملک، صرف اسی آئین کو قابل عمل اور مسلمانوں کے لیے قابل قبول قرار دیتا ہے جو جغرافیائی اعتبار سے باہم متصل ریجنوں کی صورت میں حد بندی کا حامل ہو اور بوقت ضرورت ان میں اس طرح ردو بدل ممکن ہو کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت بہ اعتبار تعداد ہو انہیں آزاد ریاستوں کی صورت میں یکجا کردیا جائے اور ان میں شامل ہونے والی وحدتیں خودمختار اور حاکمیت کی حامل ہوں۔

۲۔ ان وحدتوں اور ہر علاقائی آئین میں اقلیتوں کے مذہبی، اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی مفادات اور حقوق کے تحفظ کی خاطر ایسی اقلیتوں سے مشورے کے بعد موثر تحفظات میں شامل ہوں اور ہندوستان کے ان تمام حصوں میں جہاں مسلمان آبادی کے اعتبار سے اکثریت میں نہیں، تحفظ کا یقین دلایا جائے۔

۳۔ یہ اجلاس مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ ان اصولوں پر مبنی آئین کا لائحہ عمل مرتب کرے جس میں دونوں خطوں کے تمام اختیارات اور دیگر اہم امور کو سنبھالنے کا انتظام کیا جائے۔

یہ قرارداد پیش ہونے کے بعد چوہدری خلیق الزمان نے سب سے پہلے اس کی تائید و حمایت کی، ان کے بعد مولانا ظفر علی خان، سردار اورنگزیب خان، سر حاجی عبداللہ ہارون، نواب اسماعیل خان، قاضی محمد عیسیٰ اور آئی آئی چندریگر نے بھی اس قرارداد کی حمایت کا اعلان کیا۔

اس اجلاس اور قرارداد کے بعد قیام پاکستان کے لیے مسلمانوں کی جدوجہد کو واضح شکل دیدی گئی اور مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں تیزی آتی گئی اور بالآخر 14 اگست 1947ء کو برصغیر میں ایک آزاد اسلامی مملکت ''پاکستان'' کا قیام عمل میں آیا۔ ☆☆☆☆☆

عمان زندگی کے سفر کا ایک اہم موڑ

دو جملے بارہا سنے زندگی ایک سفر ہے اور سفر وسیلہ ظفر ہے

جب ہر شے مشنِ مصطفی ﷺ کیلئے وقف ہے تو سوچنا کیا؟

زونل نگران سنٹرل پنجاب عائشہ مبشر کی سفر عمان کی روداد

زندگی میں دو جملے بارہا سنے " زندگی ایک سفر ہے "اور "سفر وسیلہ ظفر ہے"۔ ان جملوں کا مفہوم تب وارد ہوا جب انفرادی زندگی تحریکی زندگی میں ضم ہوگئی۔ دن اور رات کے زمانی دائرہ میں مقیدِ حیات اس وقت آزاد ہوئی جب شمالی پنجاب کی ذمہ داری بطور زونل ناظمہ سنبھالی دوسال بعد اِس اُڑان کو مضبوطی دینے کے بعد دیگرے خیبر پختونخواہ اور سندھ کی سرزمین کے تنظیمی و تربیتی سفر نے بخشی۔ اس سفر میں کچھ قدم بڑھائے تو سینٹرل پنجاب کے خوبصورت رنگوں ،دلبہار موسموں ، ایثار ، اخلاص اور محبت کی مٹی سے گندھے لوگوں نے زندگی کے سفر کو کچھ اور حسین موڑ عطا کئے۔

تنظیمی زندگی کے سفر کا ہر قدم شیخ الاسلام کی نگاہِ شفقت اور ہمہ جہت تربیت سے نفس کے حربوں سے جہاد کرنے، دنیا کی چاہتوں سے دوری اختیار کرنے اور ظاہر کے رنگ کو باطن کے رنگ سے ہم آہنگ کرنے کی ٹوٹی پھوٹی کاوشوں سے عبارت ہے۔ ان کاوشوں کو صحبت شیخ میں مزید مستحکم اور پیہم کرنے کا موقع اس وقت ملا جب میں اپنے آفس میں ضلع سیالکوٹ کی نومنتخب تنظیم کے ساتھ آن لائن میٹنگ میں مصروف تھی۔ اچانک آفس ایکسٹینشن پر سیکرٹری برائے نائب صدر کی کال آئی کہ آپ وائس پریزیڈنٹ آفس میں تشریف لے آئیں جہاں عمان کے دعوتی، تنظیمی و تربیتی سفر کے لئے خاتون سکالر کے انتخاب کے لئے انٹرویوز جاری تھے۔ نائب صدر MQI آفس میں ڈائریکٹر DFA صدر ویمن لیگ محترمہ فرح ناز، ناظمہ ویمن لیگ محترمہ سدرہ کرامت، ڈائریکٹر ٹریننگ محترم مرتضٰی علوی، ڈائریکٹر کورسز محترم سعید رضا بغدادی سلیکشن پینل میں شامل تھے۔ اس طرح اچانک طلبی اور دعوتی ،تنظیمی اور رفاقت سازی کے حوالے سے تکنیکی سوال و جواب میرے لئے حیرت کا باعث تھے کیونکہ گزشتہ ایک ماہ سے ہونے والی سکالرز کے انتخاب کی پیش رفت میں میں بطور زونل ناظمہ سکالرز نامزد کرنے والوں میں تو شامل تھی مگر نامزد ہونے والوں میں ہرگز شامل نہ تھی۔ جب سلیکشن بورڈ کے سوال جواب اختتام کو پہنچے تو میں نے موقع ملتے ہی پوچھا کہ مجھ سے یہ سب کس لئے پوچھا جارہا ہے۔ تو شفقت بھرا جواب ملا کہ آپ کی طویل تنظیمی دعوتی اور مرکزی خدمات کے پیشِ نظر آپ کو بھی عمان کے سفر کے لیے سلیکشن پینل کی جانب سے نامزد کیا گیا ہے۔ میں تذبذب کے عالم میں آفس واپس لوٹ آئی میرے دل و دماغ میں ویمن لیگ کی کل وقتی زونل ذمہ داری ہمہ جہت ورکنگ اور اہداف کی تکمیل اورمیری گھریلو جز وقتی ذمہ داریاں اورمیری گھر سے مستقل 20 تا 21 دن کی غیر حاضری کے تناظر میں ایک عجیب کشمکش نے جنم لیا اور قوتِ فیصلہ کچھ لمحوں کے لئے سلب ہوگئی۔ اس لمحاتی کشمکش کا خاتمہ

ایک انتہائی محترم استاد کہ اس جملے نے کیا کہ "اگر عمرہ یا حج کے لئے جائیں تب بھی تو ان تمام ذمہ داریوں سے صرفِ نظر کریں گی تو خدمت دین کے لئے کیوں نہیں"۔ یہ جملہ یاد آنے کی دیر تھی کہ شکوک وسواس کے کالے سائے یکدم غلامی سیدہ زینب کے احساس کی تابناکی میں نیست و نابود ہوگئے۔ اگلے ہی دن تین منتخبہ سکالرز میں سے اس ذکرِ محبت و مودت سرورِ کونینﷺ کو بلند کرنے اور مشنِ مصطفویﷺ کے چراغ سے چراغ جلانے کی یہ نوکری اس احقر کے حصے میں آ گئی۔ اب اگلا مرحلہ گھر سے اجازت کا درپیش تھا۔ اہل خانہ جنہیں ابھی تک صرف اندرونِ ملک 4سے 5 روزہ وزٹس کے نتیجے میں ہونے والی غیر حاضری کی بمشکل عادت تھی نہ جانے کیا جواب دیتے۔ ذہن میں یہ سوال لئے جب سرپرستِ اہل خانہ سے بصورتِ اجازت پوچھا تو کم و بیش ایک گھنٹہ کے توقف کے بعد جواب بے حد مثبت اور حوصلہ افزاء آیا اور اس سفرِ وسیلہ ظفر کی اجازت دے دی گئی۔ اب وقت تھا DFA کے شفیق اور نرم دل و نرم گفتار محترم جی، ایم ، ملک صاحب کی سرپرستی میں ویزہ اور پاسپورٹ کی باریکیاں نمٹانے کا جس کو انتہائی احسن طریق سے پایا تکمیل تک پہنچایا گیا اور بالآخر مورخہ 7نومبر کو علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے وطن عزیز سے رخصتی اور سرزمین عمان کے دارالخلافہ مسقط میں آمد ہوئی۔ مسقط انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر نومبر کے مہینے میں بھی گرم و مرطوب موسم میں میرے میزبان محترم ومکرم مسٹر اینڈ مسز محمد خان نے پرتپاک انداز سے استقبال کیا ان کی زیرک اور اخلاص سے بھرپور نگاہوں نے میرے چہرے پر وطن عزیز سے پہلی دفعہ دوری سے پیدا ہونے والے خلا کو فوراً بھانپ لیا اور مسز محمد خان نے اپنے سادے اورمحبت بھرے انداز سے بات چیت کر کے اس خلاء کو غیر محسوس انداز سے پر کرنا شروع کردیا۔ پہلا دن نہ صرف نئے ماحول سے آشنائی بلکہ لوگوں بالخصوص خواتین کے رہن سہن کے اطوار اور رجحانات کی معلومات اور اگلے شیڈول سے آگاہی لینے میں گزرا۔ شیڈول کے مطابق 8 نومبر کو ایک پروگرام مسقط میں طے تھا اور 9نومبر کو صلالہ جسے عمان کا مری کہا جاتا ہے روانگی تھی اور پھر وہاں 7 روزہ دعوتی، تنظیمی و تربیتی شیڈول وضع تھااس شیڈیول کی تکمیل کے بعد 16 نومبر کومسقط واپسی اور بعد ازاں مسقط میں 8روزہ شیڈیول 24نومبر تک طے تھا۔

7نومبر کی رات وطن سے دور لوگوں تک مشن کی دعوت پہنچانے اور منظّم کر کے وحدت امت کی لڑی میں پرودینے کے عزم میں گزری۔ 8 نومبر کو پہلا سفر معبیلہ کی جانب تھا جہاں محفلِ میلاد کا انعقاد ایک انڈین مسلم فیملی نے کر رکھا تھا۔ یہ پہلا پروگرام اس عظیم فکر کو واضح کرنے کا وسیلہ بنا کہ "میری امت ایک جسدِ واحد کی طرح ہے "۔ پاکستان وہند میں مروجہ فکر وعقائد کا تفاوت یہاں سرے سے مفقود تھا میرے سامنے موجود میری پہلی سامعات قومیت کے اعتبار انڈین ، بنگلہ دیشی، پاکستانی اور ساؤتھ افریقن تھیں مگر دل میں اورعمل میں پائی جانے والے جذب ،اتباع اور محبت کی روشنی سے صرف سرورِ کائنات کے دیدار کی طالب تھیں۔ اتنی متنوع سامعات نے مجھ پر منہاج القرآن کی آفاقی اور کائناتی فکر کی عملی صورت مزید واضح کردی ۔ کچھ ہی لمحوں میں صاحب خانہ کی جانب سے درخواست آئی کہ خطاب انگلش اور اردو زبان میں کیا جائے کیونکہ ساؤتھ افریقہ سے آنے والی بہنیں صرف انگلش ہی سمجھ سکتی ہیں لہذا احقر نے موضوع ''حضورﷺ کی شانِ امیت'' کو فوراً دو زبانوں میں بیان کرنے پر ذہنی طور پر تیار کیا اور ابلاغ کےعمل کا آغاز کیا۔ لفظ قائد کے،فکر قائد کی، اندازِ بیاں قائد کا عطا کردہ سرتاپا ان کی عطا سے لبریز احقر بولتی رہی اور سامعات ہمہ تن گوش سنتی رہیں۔ نشست اختتام تک پہنچی تو ساوتھ افریقن بہن اپنی جواں سال بیٹیوں کے ساتھ میرے پاس آ بیٹھیں اور کرید کرید کےتحریک اور قائد محترم سے متعلق معلومات لینے لگیں۔ مجھے بھی موقع ملنے کی دیرتھی میں نے اپنی موبائل کور پر لگی قائدمحترم کی تصویر ان

کے سامنے کی اور قائدِ تحریک اور تحریک کی تمام جہات درجات اورکمالات کو بیان کیا کہ خاتون رفاقت اختیار کرنے کو تیار ہوگئیں۔ رفاقت فیس سے ناآشنائی اور فی الفور بیرون ملک کے لئے مخصوص رفاقت فارم نہ ہونے کے باعث میں اس سعادت سے محروم رہ گئی۔ پہلے قدم پر ملنے والی محرومی اتنی شدید تھی کہ اسی رات مرکز کے متعلقہ شعبہ جات کو واٹس ایپ کے ذریعے رابطہ کر کے متعلقہ معلومات حاصل کیں اور رفاقت فارم بھی حاصل کرلئے۔ 9 نومبر کی شام سلام ایئرلائن سے صلالہ کی جانب عازم سفر ہوئی۔ طیارہ ہوا میں بلند ہوتے ہی ایک روشن پیالے کی صورت مسقط چمکتا نظر آیا ایسا لگتا تھا جیسے تاروں سے بھرا آسمان کسی نے زمین پر اتار دیا ہو اور میں تاروں کو پیچھے چھوڑ کے خدمتِ دین کے فلک پرکچھ اور بلندیوں پر محو پرواز ہوگئی ہوں۔ صلالہ ائرپورٹ پر مسٹر اینڈ مسز طارق مغل ہمراہ محترمہ نور اور ان کی چھوٹی بہن خوبصورت مسکراہٹ اور ہاتھوں میں پھولوں کے خوبصورت گلدستے لئے مجھے ریسیو کرنے موجود تھیں۔ رات کے 8بج چکے تھے اورہم نے شیڈول کے مطابق صلالہ کی سرکردہ خواتین جو کہ سالہاسال سے اپنے علاقائی اور قومی تفردات بھلا کہ ایک دوسرے سے رشتہ محبت سے منسلک تھیں ان سے ڈنر پرمُلاقات تھی جس کا اہتمام صلالہ میں امیرِ تحریک کے گھر ان کی مسزمحترمہ ثمین مشتاق نے کر رکھا تھا۔ڈنر سے قبل تمام خواتین سے تعارف کا مرحلہ طے ہواجس کے فرائض محترمہ عابدہ طارق نے سرانجام دیے اسکے بعد پرتکلف ڈنر کا آغاز ہوا اپنی کم خوراکی کی عادت کے باعث میں مسزثمین مشتاق کے زیرنگرانی تیارمزیدار کھانوں سے کما حقہ ہو انصاف تو نہ کرسکی۔مگر داد دل کھول کے دی۔ اور دوران ڈنر شرکاء خواتین سے ان کے رہن سہن ڈیلی روٹین اور رجحانات کے حوالےسے معلومات لیتی رہی۔ ڈنر کے اختتام پر پُر لطف قہوہ کا دور چلا۔ صلالہ کی ان معزز و محترم بہنوں کی ایک نہایت خوبصورت بات یہ تھی کہ تمام دن گھریلو مصروفیات اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہونے کے بعدکسی نہ کسی بہن کی جانب ہفتہ میں ایک دن ذکر ونعت کی محفل منعقد کی جاتی جس میں سب بہنیں جمع ہوکر ایک دوسرے کے خوشی وغم کی شریک ہوتیں۔ ماہ ربیع الاول کی بابرکت ساعتوں کے وسیلے سے ہمشیرانِ صلالہ کی ان گاہے بگاہے کاوشوں کو منظم کرکے انہیں باقاعدہ محفل نعت اور درسِ قرآن کی شکل دے دی گئی تھی۔جس کو ویمن لیگ کے بامقصد نظریہ سے منسلک کرنے کے لئے پاکستان سے بطورِ سکالر مجھے بلایا گیا۔ اس خوبصورت نشست کے اختتام پر میرے میزبان مجھے میرے رہائش کے مقام پر لے آئے جو ایک مکمل اپارٹمنٹ تھا اور مجھے صلالہ وزٹ کے 7دن یہاں گزارنے تھے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں قدم رکھنے سے قبل میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اب تک صحبتِ شیخ کے جو رنگ دیکھے تھے یہاں ان سات دن میں مجھے اس صحبت کے کچھ جداگانہ ہی رنگ میسر آنے والے تھے۔صلالہ کی پہلی رات 11 اور 12ربیع الاول کی درمیانی رات تھی۔ پہلی دفعہ عالمی میلاد کانفرنس پر میں مینار پاکستان کی سر زمین پر موجود نہیں تھی دل میں عجیب سا حزن تھا منہاج ٹی وی لائیونشریات بھی نیٹ سگنلز کی عدم دستیابی کی وجہ سے دیکھنا مشکل تھا۔ شیخ الاسلام کو لائیو دیکھنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ لگتا تھا تنہائی میں دل کی دھڑکن تھم جائے گی۔ہجر کی خود ساختہ کیفیت مجھ پر اتنی شدید طاری تھی کہ کسی پہلو نہ آرام تھا سکون میری میزبان دوسرے کمرے میں شاید سو چکی تھیں مگر میں اپنے کمرے میں بند آنسوؤں اور ہچکیوں کے سیلاب میں غوطہ زن نوافل پر نوافل سجدوں پر سجدے کئے جارہی تھی مگر دل تھا کہ سکون و کیف سے خالی تھا۔ رات قطرہ قطرہ گزر رہی تھی کہ خیال آیا موبائل کی یو ٹیوب ڈاؤن لوڈز میں خطابات محفوظ ہیں۔ یہ خیال آتے ہی میں اس تیز رفتاری سے موبائل کی جانب بڑھی جیسے صدیوں کا پیاسا پانی کی طرف بڑھتا ہے۔لسٹ میں سب سے پہلے محبت رسولﷺ کے ٹائٹل سے شیخ الاسلام کا خوبصورت خطاب شروع ہوا اور لفظ قرار اپنے معنی ومفہوم کے ساتھ قلب وروح پر وارد ہونے لگا۔کب نیند

آئی پتا ہی نہیں چلا۔ صبح فجر ادا کرتے ہی پھر سے موبائل تھا صحبتِ شیخ تھی اور بندیٔ ناچیز۔ جو عشق اور علم کے جام فجر سے عصر تک صحبتِ شیخ نے پلائے وہی جام شام کو محترمہ حسینہ کبیر کے گھر واقع وادی صلالہ میں جمع طالباتِ عشقِ رسول کو پلا دیئے۔ اللہ رب العزت کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میرا قال بھی ہے اور حال بھی اس کی رضا اور میری اطاعت نے خود سپردگی کی وہ فضا بنا دی کہ عائشہ مبشر منفی ہوگئی اور شیخ الاسلام کا عشقِ رسول ﷺ باقی رہ گیا۔ صلالہ کی ہمشیرات وہ مصاحبین ہوں جو ہم نام بھی تھیں اور ہم مزاج بھی تھیں یا عابدہ طارق، یا خوش مزاج ثمین ،یا دھیمے مزاج والی شہنیلا یا حیدر آباد دکن سے تعلق رکھنے والی انتہاء مسحور کُن آواز کی مالک نعت خواں رافعہ اور ان کی بیٹیاں یا پھر پر اخلاص نور اور اس کی باادب بہنیں، یا پھرعدیلہ اور فائزہ سب جتنی مختلف تھیں انسیت اخلاص اور محبت کے معاملے میں اتنی ہی یکساں۔ 3 دن کی لگاتار سارا دن صحبتِ شیخ سے ملنے والی سوغات عشق رسول ﷺ، حسنِ اخلاقِ رسول ﷺ، اتباع رسول ﷺ شام کو مختلف مقامات پر بہنوں کو تقسیم کرنے کا یہ فیض حاصل ہوا کہ چوتھے روز صلالہ تحریکِ منہاج القرآن کے نمائندگان، یوتھ لیگ کے نمائندگان اور متوقع ویمن لیگ کے ساتھ میٹنگ تشکیل دی گئی۔ جس میں بحمدِہ تعالیٰ باقاعدہ ویمن لیگ صلالہ کی تشکیل کی گئی اور ایگرز کے ماہانہ کڈز کیمپ کی بریفنگ کے بعد پلاننگ بھی کی گئی۔

پانچویں روز مشفق میزبانوں نے مقدس مقامات کی حاضری کا شیڈول ترتیب دے رکھا تھا۔ صبح صبح ہم حاسک کی جانب روانہ ہوئے جہاں ہم نے سب سے پہلے حضرت صالحؑ کے مزار اقدس پر حاضری دی کیا ہی خوبصورت حاضری تھی مکمل تنہائی نہ کوئی دربان نہ گدی نشین نہ مجاور نہ ہی ڈنڈا پکڑے نگران مرد و زن نہ ہی جگہ جگہ رکھے چندے کے باکس۔ درِ نبیؑ ہر کس و ناکس کے لئے کھلا تھا ہم بھی گئے دروازہ کھولا اور قدمین کی جانب دوزانو سر جھکا کے بیٹھ گئے۔ جب تک دل کیا دل کی بات کی اور جب یقین کا سکون حاصل ہوا تو اجازت طلب کی۔ ہمارے میزبان نے اس مقام پر ہمیں 8 سال قبل شیخ الاسلام کے وزٹ اور حاسک حضرتِ صالحؑ کے مزارِ اقدس پر خصوصی حاضری اور ساکنان کیرالہ انڈیا سے حیرت انگیز ملاقات کی داستان بھی سنائی جو سینہ بہ سینہ تو منتقل ہوسکتی ہے مگر احاطہ تحریر میں لانے کی اجازت نہیں۔ چشم و روح کو تازہ کرکے ہم نے یہ سارا دن اپنے میزبانوں کے ساتھ صلالہ کے مختلف مقامات دیکھتے گزارا۔

صلالہ ایک خوبصورت ، روشن اور صاف ستھرا شہر ہے بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے نہ ہی گیس کی حالانکہ موسم سال کے 8 سے 9 مہینے گرم رہتا ہے اورصرف موسم خریف جوتین ماہ جون ، جولائی اور اگست پر مشتمل ہوتا ہے مون سون کی مہربانی سے خوشگوار رہتا ہے۔ صد حیرت پورے صلالہ میں سڑک پر نہ کوئی سائن بورڈ نہ بل بورڈ نہ ہی کوئی پول بینر نہ ہی کہیں کچرے کا ڈھیر۔ مگر وطن کی محبت میں اتنی سہولتوں اور آسائشوں کے بعد بھی دل سے ایک ہی صدا اٹھتی پاکستان جیسا کوئی دیس نہیں۔ پانچویں دن سے پھر صبح شام صحبتِ شیخ کے نام ہوگئی تسلیم اشرف باجی اور نور کی والدہ ثمینہ باجی کے گھر اہلِ محبت کے سنگ مجددِ وقت کے وسیلے سے فیض محبت عام بٹتا رہا۔ آخری پروگرام مکمل تزک واحتشام کے ساتھ قادری ہوٹل کے ہال میں منعقد کیا گیا۔ جہاں ہر عقیدے کی خواتین نے بھرپور شرکت کی ۔مسلمان کہنے کو تو ایک نبی ﷺ کی امت ہیں مگر فروعی اختلافات اور کم علمی نے جہاں دین کو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا وہیں امت بھی فرقوں میں بٹ گئی اور اس فرقہ واریت اور شدت پسندی نے دلوں کو ایسا سخت کیا کہ مسلمانوں کو کسی بیرونی دشمن کی ضرورت رہی اور نہ ہوش۔

تحریک منہاج القرآن اور وقت کے مجدد کی سنگت نہ ہوتی تو شاید ہم بھی اسلام کے حقیقی فکر ونظریہ کی ترویج کے بجائے اسی بدعت و شرک اور کفر کی بے مقصدلاف زنی میں مشغول ہوتے۔ یہ اس تجدیدی اور رسول نما تحریک کا ہی

فیض تھا نظر مقصدِ احیائے دین پر، فکردردِ امت سے لبریز، مسلک خیر کی تقسیم، اسلوب تصوف سے اخذ شدہ، ارادہ مصمم اور عمل پیہم تھا۔ لہذا بندی ناچیز اپنی دھن میں مگن اس بات سے کلیتاً لاعلم تھی کہ سادگی کی پُرکاری اپنا کام دکھا چکی ہے حلقہ یاراں میں تو میری آمد کی اطلاع تھی ہی مگر ادھوری فکر پر مشتمل جماعتیں جو اپنا اثر جانے کب سے جما چکی تھیں ان کی بنیادیں کپکپانے لگی ہیں اس کا اندازہ مجھے قادری ہال کے پروگرام میں ہوا جہاں نعت خوانی کے دوران مجھے بتایا گیا کہ دوران خطاب آپ سے کچھ سوالات کئے جائیں گے تیار رہے گا۔ سوالوں کی نوعیت کا مجھے کچھ اندازہ تھا۔ بتاتی چلوں مرکزی سیکریٹریٹ پر جامع مسجد منہاج القرآن کی بیسمنٹ میں ایک علمِ حقیقی کے فسوں سے بھرپور طلسم کدہ ہے جہاں علم کتاب کے امیں آصف بن بلخیہ کے جانشین وقت کے مجدد کے اشارے پہ ہمہ وقت علم کے کُن پہ فیکون کی عملی تفسیر بنے رہتے ہیں۔ اور فیاض اتنے کہ دن ہو یا رات جب علمی مدد مانگیں فورا لبیک کہتے ہیں۔ سو میں نے بھی بذریعہ واٹس ایپ ممکنہ سوال ارسال کئے اور بھرپور رہنمائی فوراً میسر آگئی۔

سو جب معاندانہ ماحول ہوا تو قائد کے فیض سے عشق کے وہ مستند حوالے دئے کہ جتنے سخن ور تھے سب مہر بلب ہو گئے اور مجددِ وقت کا سکہ جم گیا۔ صلالہ کا 7 روزہ قیام یقین محکم عمل پیہم، محبت فاتح عالم کی عملی تفسیر بن گیا۔ میری آمد سے قبل جو بہنیں اپنی ملکی اور قومی شناخت کے ساتھ محض پردیس کی تنہائی کو دوسراہٹ میں بدلنے کے باعث ایک دوسرے سے منسلک تھیں شیخ الاسلام کے وسیلے سے سب خدمتِ دین کی نوکری سے با خوشی منسلک ہوگئیں۔ آخری نشست تک 5 گھرانوں میں ہفتہ وار حلقہ جاتِ درود کا آغاز ہو چکا تھا اور 5 ہمشیرگان رفاقت سے منسلک ہوگئیں ان سب ہمشیرگان کی محبتوں سے بمشکل رخصت لی اور مورخہ 16 نومبر کو صلالہ سے مسقط واپسی کا سفر اختیار کیا جہاں پر چیلنجز منتظر تھے۔

مسقط پہنچتے ہی پے در پے دروس قرآن کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اورمیرے قائد کی مصطفوی فکر نے ہر جگہ اپنا رنگ جمانا شروع کیا۔ کوتاہ نظروں کے کچے رنگ، سچے اور سُچے علم نے کاٹ کے عشق رسولﷺ، اتباع رسولﷺ، نصرت و اعانتِ رسولﷺ کا پکا رنگ چڑھانا شروع کیا اور آخر کار مسقط کے قیام کے چھٹے دن بالآخر ویمن لیگ مسقط کی شاندار 5 رکنی تنظیم تشکیل پائی اور ایگرز کے ماہانہ کڈز تربیتی کیمپ کا پہلا سیشن بھی شاندار انداز سے منعقد ہوا جس میں 80 سے زائد بچوں نے پر جوش انداز میں شرکت کی ۔ مسقط کی با صلاحیت بہنیں محترمہ نغمہ سجاد، محترمہ عابدہ ، محترمہ ساجدہ ، محترمہ طاہرہ محترمہ اسماء پنجتن پاک کے صدقے اس جوش سے ویمن لیگ سے منسلک ہوئیں کہ 3 حدیث کورس 2 دروسِ قُرآن کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔ عمان کا یہ سفر خود پر اپنی نسبت پر اپنے مقصد پر اپنی تحریک اور سب سے بڑھ کر اپنے قائد پر زبانی اور قولی یقین سے قلبی و روحانی تیقن میں منتقل ہونے کا سفر تھا۔ یہ وہ سفر تھا جس میں دنیا، دنیا کی محبتیں دنیا کے رشتے، دنیا کی چاہتیں سب جدا ہوگئیں اور وطن کی محبت، دین کی محبت ، مرکز کی محبت، شیخ الاسلام کی محبت باقی رہ گئی۔ اس سفر کے اختتام پر یہ جانا کے سفروسیلہ ظفر تب بنتا ہے جب اس سے ملنے والا فیض جتنا دنیوی ہو اس سے کہیں زیادہ اخروی اور اس فیض سے مستفید ہونے والے 10 یا 20 نہیں سیکڑوں ہزاروں یا لاکھوں ہوں۔

☆☆☆☆☆

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترمہ زہرہ نور قادری کے بھائی حاجی احمد صادق قادری (واہگہ ٹاؤن بی) کی جواں سالہ بیٹی رضا الٰہی سے اللہ کو پیاری ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

گلدستہ

ترقی کا راز، ماں کی فضیلت اور زندگی کی حقیقت

خدا کو ماؤں کی دعا سے راضی کیا جا سکتا ہے

وقت کی قدر کریں، تھوڑے میں خوش رہنا سیکھیں

مرتبہ: ادیبہ شہزادی

ماں

- ماں کی ممتا اپنی اولاد کو کبھی بدعا نہیں دے سکتی۔
- خدا کو ماؤں کی دعا سے راضی کیا جاسکتا ہے۔
- ماں کے بغیر گھر میں برکتیں نازل نہیں ہوتیں۔
- ماں کا پیار سب سے خوبصورت اور شریں ہے۔
- ماں کے بغیر گھر قبرستان کی طرح لگتا ہے۔
- سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے۔
- جس گھر میں ماں کی عزت نہ ہو وہ گھر برباد ہوجاتا ہے۔
- ماں کا پیار سمندر کی مانند ہے ۔ جو ہر وقت جوش میں رہتا ہے اور جس کا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا۔
- دنیا کی سب سے حسین شے ماں اور صرف ماں ہے۔
- ماں ہونا عظیم سعادت اور سب سے بڑا اعزاز ہے۔

ترقی کا راز

ترقی کی راہوں میں کوئی ایسا مقام نہیں آتا جس کو منزل کہا جاسکے اور نہ کوئی ایسا آج آتا ہے جسے فکر فردا سے آزاد کیا جاسکے۔ افراد ہوں، ادارے ہوں یا قومیں! بہترین کی خواہش سب کو سعی پیہم پر آمادہ رکھتی ہے اور وہ خوش آئند مستقبل کے لیے ہمیشہ تگ و دو کرتے ہیں۔

یہ قانون فطرت ہے کہ جو امروز پر مطمئن ہوگیا وہ ترقی کی صف سے نکل گیا اور اسے زمانے نے جلد بھلا دیا۔ اگر روشن مستقبل درکار ہے تو قدرت کے اس اٹل قانون کی اطاعت کرنی ہوگی۔

زندگی

میرے خیال میں زندگی ایک لمبی تاریک سرنگ کی مانند ہے۔ کبھی کبھی کسی انسان کو یہ سرنگ روشنیوں کے جہاں میں پہنچادیتی ہے اور کبھی کسی انسان کو خود میں کھلا چھوڑ دیتی ہے۔ لہذا آدمی کو چاہئے اپنی آنکھیں کھلی رکھے دل کا صفحہ صاف اور پاک رکھے زندگی کے ادھورے پن کے احساس کو پاس بھی نہ آنے دے۔ ایمان کی قوت پر قائم رہے اور عمل کی طاقت کبھی کم نہ ہونے دے۔

سچائی

ایک مرتبہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا جی چاہتا ہے کہ میں

جنت میں جاؤں مجھے بتایئے کہ میں کیا کروں؟ حضورﷺ نے فرمایا: ''سچ بولو کیونکہ جب آدمی سچ بولتا ہے تو نیکی کرتا ہے اور جب نیکی کرتا ہے تو اس کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہوتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

وقت کی قدر

وقت کا دھارا اور سمندر کی لہر کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ وقت کا پنچھی کبھی بیمار ہوا ہے نہ کبھی زخمی۔ وہ ہمیشہ سے تندرست و توانا اپنی مخصوص رفتار سے چلا جارہا ہے اور تاابد اڑتا ہی چلا جائے گا اس کا پہیہ کبھی نہیں رکتا۔ وقت گزر جائے تو پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں چھوڑتا اس لیے وقت کی قدر کرنا سیکھئے۔

اہل خانہ کو خوش رکھنا سیکھئے

ایک کامیاب گھر مرد اور عورت دونوں کی کوششوں کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ یہی وہ بنیادی ستون ہیں جن پر گھر کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ خدانخواستہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اپنا کردار ادا کرنا چھوڑ دے تو عمارت کے قائم رہنے کے امکانات ختم ہوکر رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا دونوں کا اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے معاملے میں حساس ہونا ضروری ہے۔

تھوڑے میں خوش رہنا سیکھیں

خوب سے خوب تر کی تلاش نے آج کے انسان کا سکون چھین لیا ہے۔ اکثر گھرانے اسی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں کہ وہ قناعت پسند نہیں ہوتے۔ قدرت نے آپ کو جس قدر نوازا ہے اسی میں خوش اور مطمئن رہنے کی کوشش کریں۔

اچاری میکرونی

اجزاء:

چکن بون لیس	300 گرام
کٹی پیاز	ایک عدد بڑی
ادرک کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
دہی	ڈیڑھ کپ
کوکنگ آئل	آٹھ کھانے کے چمچ
کٹی ہری مرچ	چار عدد
نمک	ایک کھانے کا چمچ

بیک پارلر میکرونی اور بیک پارلر مصالحہ مکس ساشے

ترکیب:

بیک پارلر میکرونی کو نمک ملے ابلتے پانی میں پانچ سے سات اتنا ابالیں کہ اس میں ایک کنی رہ جائے۔ اب چھلنی سے گرم پانی گرا کر ٹھنڈا پانی گزاریں اور ایک کھانے کا چمچ تیل ملا کر ایک طرف رکھ دیں۔ ایک فرائی پین میں باقی تیل ڈال کر گرم کریں پھر اس میں ایک عدد بڑی کٹی پیاز، ایک کھانے کا چمچ لہسن کا پیسٹ اور ایک کھانے کا چمچ ادرک کا پیسٹ ایک ساتھ ہی ڈال کر ایک منٹ فرائی کریں۔ اب اس میں تین سو گرام بون لیس چکن اور اچاری مصالحے کا ساشے ڈال کر مزید ایک منٹ پکائیں۔ اب اس میں پانی ڈال کر ابال آنے تک پکائیں پھر مزید منٹ تک پکائیں۔ اب اس میں ڈیڑھ کپ دہی اور چار عدد کٹی ہری مرچ ڈال کر تیز آنچ پر پکائیں اب اسے اتار کر گرم گرم سرو کریں۔

☆☆☆☆☆

خواتین کی حرمت و عظمت

مذاہب عالم اور اسلام کی روشنی میں

اسلام سے قبل تمام تہذیبوں میں عورت کو کمتر سمجھا گیا

ہندوازم میں عورت پر فرض ہے وہ خاوند کے جاگنے سے پہلے جاگے سونے کے بعد سوئے

سعدیہ کریم

بے شمار خداداد صلاحیتوں کی حامل صنف نازک پوری دنیا میں امتیازی رویوں کا شکار ہے۔ اپنے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کرتی خواتین 21 صدی میں بھی اپنی عظمت کے اس معیار کو حاصل کرنے میں ناکام نظر آتی ہیں جو قدرت کی طرف سے انہیں عطا کیا گیا ہے۔ خواتین کے انہی حقوق کے حصول کی جدوجہد کو آشکار کرنے کے لیے 8 مارچ کو عالمی یوم خواتین منایا جاتا ہے۔

خواتین کائنات کا جزو لاینفک ہیں۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہر روپ میں خدا کا ایک انمول تحفہ ہیں۔ یہاں تک کہ بیٹی کو خدا کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن قرآن و حدیث کی آفاقی تعلیمات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہر دور اور ہر معاشرے میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ ذیل میں ہم مختلف مذاہب میں خواتین کی حرمت و عظمت کے معیار کو دیکھتے ہیں

روم میں خواتین کی حالت زار:

اسلام سے قبل مذاہب میں مجموعی معاشرتی حالت بہت خراب تھی۔ رومہ میں ایک عرصہ تک قانونی طور پر عورت نہایت پست درجے میں رہی تھی باپ اور شوہر اس کے مالک ہوئے تھے۔ اخلاقی حالت بہت خراب تھی۔ اس زمانے میں عصمت فروشی کا دھندہ سرعام کیا جاتا تھا۔ قحبہ خانے عام تھے۔ شوہر کا تصرف اس حد تک تھا کہ وہ اپنی بیوی کو قتل کرسکتا تھا۔ قانون کی نظر میں عورت ضعیف العقل شمار ہوتی تھی۔ اسے کسی قسم کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔

یہودیت میں عورت کا مقام:

یہودیت قدیم ترین مذہب ہے جس کی ترویج کے لیے بے شمار انبیائے کرام کو مبعوث کیا گیا تھا دیگر اقوام کے مقابلے میں سب سے زیادہ دینی فہم اور سرمایہ اسی مذہب کے پاس تھا لیکن یہود نے اپنی سرکشی، غرور اور تکبر سے خدا کی تعلیمات کو ٹھکرایا۔ پیغمبروں کا مذاق اڑایا اور دین سے انحراف کی راہ نکالی۔

یہودیت میں عورت کا مقام انتہائی کمتر تھا۔ ان کے نزدیک عورت مکار اور بدنیت تھی۔ عہد نامہ قدیم میں ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تو نے اس درخت کا پھل کیوں کھایا جس سے تجھے روکا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے دینے پر میں نے کھایا۔ اس کے بعد اللہ نے ان کو مشقت اور تکلیف کی زندگی میں ڈال دیا۔ یہود معاشرے میں بھی عورت اپنے بنیادی حقوق سے محروم پستی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھی۔

ہندو معاشرے میں عورت کا مقام:

ہندو معاشرے میں عورت کسی حال میں بھی آزاد

نہیں۔ اس پر فرض ہے کہ ہر حالت میں اپنے خاوند کا انتظار کرے۔ اس کے جاگنے سے پہلے جاگے اور اس کے سونے کے بعد سوئے۔ اس معاشرے میں مردہ شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ بیوہ کو جلانا ایک جائز فعل تھا۔ ہندومت میں تعدد ازواج کی اجازت ہے۔ عام ہندو چار شادیاں کرسکتے ہیں اور راجاؤں کے لیے بیویوں کی کوئی تعداد متعین نہیں۔ بیوہ کو خاوند کی لاش کے ساتھ جلانا عزت کی بات ہے اور جو عورت ایسا نہ کرے اس کا کوئی معاشرتی مقام نہیں ہوتا۔ زندگی کے تمام دروازے اس پر بند کردیئے جاتے ہیں۔ ہر قسم کی زیب و زینت حرام ہوجاتی ہے اور طعن و تشنیع کا بازار گرم رہتا ہے۔

ہندو مت میں لڑکی کی پیدائش کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے۔

عرب دور جاہلیت میں عورت کا مقام:

مسلم مورخین نے زمانہ قبل از اسلام کو عرب دور جاہلیت کا نام دیا ہے۔ عرب ایشیاء کے جنوب مغرب میں واقع دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ اور خشک خطہ ہے۔ عرب لوگ جوانمردی اور شجاعت میں فقید المثال تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بے رحمی، شراب نوشی، جہالت، سود خوری، توہم پرستی، دختر کشی اور قمار بازی جیسی بری عادات بھی ان میں موجود تھیں۔ ان کے معاشرے میں عورتوں کو اشیائے خرید وفروخت کی طرح ایک عام اور حقیر شے سمجھا جاتا تھا عورت معاشرے کا مظلوم ترین طبقہ تھا۔ عورتوں کو بطور ترکہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ بڑے بیٹے کا حق تھا کہ باپ کی وفات کے بعد اس کی منکوحہ سے شادی کرلے۔ بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں دفن کرنے کا رواج تھا۔ میراث میں عورتوں کا کوئی حصہ نہ تھا۔

اسلام میں عورت کا مقام:

جزیرہ نمائے عرب میں بعثت محمدیﷺ کی صورت میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جس نے زمین کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا۔ عورت کو عزت کا تاج پہنا کر اسے وہ اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا گیا جس کی وہ حقدار تھی۔ دختر کشی کی رسم کوختم کیا گیا۔ زنا کو حرام قرار دیا گیا۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو وراثت میں حصہ دار بنایا گیا۔ ان کے لیے تعلیم کا حق رکھا گیا۔ مہر کا حق دیا گیا۔ عورت کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کیا گیا۔ عورتیں براہ راست اپنے حقوق کی بات کرنے کے لیے بارگاہ مصطفیﷺ میں حاضر ہوتیں تھیں۔ زمانہ جاہلیت کی تمام رسوم ختم کردی گئیں خواتین کو شخصی آزادی حاصل ہوئی۔

غرض مذاہب عالم میں خواتین کی حرمت وعظمت کا کوئی معیار نہ تھا۔ روم، یونان، ایران، ہندومت، یہودیت، عیسائیت اور عرب دور جاہلیت میں عورت کا کوئی معاشرتی مقام نہ تھا، اس کی کوئی قانونی حیثیت نہ تھی۔ رومہ تہذیب و معاشرت میں عورت کو کسی قسم کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔

گویا اسلام سے قبل معاشرہ میں عورت کا کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا لیکن حضور اکرمﷺ نے یہ تعلیم دی کہ عورت کا درجہ اور مرتبہ اسلام میں اتنا ہی بلند ہے جتنا کہ مرد کا۔ حیثیت، حقوق اور اخروی انعامات میں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

آپﷺ نے اپنے عمل سے دنیا کو یہ درس دیا ہے کہ عورت بھی اتنی ہی عزت کی حقدار ہے جتنا کہ مرد۔ البتہ اسلام نے دونوں کی حدود مقرر کی ہیں۔ اگر دونوں اپنی حدود سے تجاوز کریں گے تو عائلی زندگی تباہ ہوجائے گی جس طرح موجودہ دور میں ہورہا ہے۔ انسانیت کو مرد اور عورت کی صنفی تقسیم کے ساتھ پیدا کرنا حق تعالیٰ شانہ کی منصوبہ بندی ہے اور اس تقسیم کو باقی رکھنے میں ہی انسانی زندگی کی بقا اور ترقی ہے۔

عالمی یوم خواتین منانے کا بنیادی مقصد خواتین میں اپنے حقوق و فرائض سے آگہی پیدا کرنا ہے جب تک خواتین اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق و فرائض کا شعور حاصل نہیں کریں گی تب تک وہ عزت کے اعلیٰ مقام کو حاصل نہیں کرسکتیں۔ اسلام میں عورت کو اعلیٰ مقام و مرتبہ سے نوازا گیا ہے لیکن اس کے باوجود آج بھی خواتین اپنے حقوق و مرتبہ، وراثت وعزت سے محروم ہیں۔ برابری کا سلوک نہیں کیا جارہا اس کی بڑی وجہ قرآن وسنت سے دوری ہے۔

☆☆☆☆☆

قلب مقام توکل ہے

انسان مصائب پر صبر کرنے سے توکل کی سیڑھی پر چڑھتا ہے

سہیل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں توکل کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسے ہو جیسے غسل دینے والے کے سامنے مردہ پڑا ہوتا ہے

مدیحہ فاطمہ

توکل مقامات صوفیاء میں سے چھٹا مقام ہے اور یہ مقام صبر سے اگلا مقام ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے مشکلات و مصائب پر صبر کرتے ہوئے توکل کی سیڑھی پر چڑھتا ہے اور توکل اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ توکل کے بارے میں قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. (الطلاق، ۶۵: ۳)

''اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ (اللہ) اسے کافی ہے''۔

توکل کا مقام دل ہے۔ جب بندے کی دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہے تو پھر اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اس کی تقدیر سے ہوگی اور اگر کوئی چیز اتفاقیہ مل جائے یا آسان ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے آسان کرنے سے ہوگی۔ لہذا اس صورت میں ظاہری حرکات وکوشش توکل کے منافی نہ ہوں گے''۔

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ توکل کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح غسل دینے والے کے سامنے مردہ کہ جس طرح چاہتا ہے اسے پلٹتا ہے نہ وہ حرکت کرسکتا ہے نہ کوئی تدبیر۔

حمدونؒ فرماتے ہیں''اللہ پر اعتماد کرنے کا نام توکل ہے''۔

بشر حافیؒ نے توکل کے بارے میں فرمایا: بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے اگر ان لوگوں کو اللہ پر بھروسہ ہوتا تو یہ لوگ ان تمام امور پر رضا مند ہوتے جو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کرتا ہے۔

متوکل انسان کے متعلق یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں متوکل انسان وہ ہے جو اللہ کو اپنا وکیل بنانے پر راضی ہو۔

واقعہ:

ایک نوجوان کے توکل کے بارے میں حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں: میں نے شام کے راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا جو خوش اخلاق تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا آپ میری صحبت میں رہ سکتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو بھوکا رہوں گا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ بھوکے رہیں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ بھوکا رہوں گا۔ ہم نے اسی حالات میں چار دن گزارے۔ پھر ہمارے پاس کوئی چیز آئی میں نے کہا، آؤ تو اس نے کہا کہ میں عہد کر چکا ہوں کہ میں کسی واسطہ سے ملنے والی چیز نہیں لوں گا۔ میں نے کہا اے غلام! تونے بہت باریک بات کہی۔ اس نے کہا اے ابراہیم! میری جھوٹی تعریف نہ کریں کیونکہ پرکھنے والا آپ کے مال اور توکل کو خوب جانتا ہے پھر کہا توکل کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اگر آپ پر فاقہ پر فاقہ آئے پھر بھی آپ کا دل اسی ذات کی طرف توجہ کرے جو کفایتوں کا مالک ہے۔ (یعنی ذات باری تعالیٰ)

(اللمع ازابی نصر عبداللہ بن علی سراج الطوسی)

(الرسالۃ القشیر یہ از شیخ ابوالقاسم عبدالکریم القشیری)

☆☆☆☆☆

قائد ڈے تقریبات

علم، تحقیق اور تجدید کا عہدِ بے مثال

اندرون، بیرون ملک کانفرنسز اور کیک کاٹنے کی تقاریب

"انسان زندگی میں جس عہدے پر بھی پہنچ جائے کارکن رہتا ہے"

مرکزی سیکرٹریٹ، آغوش، منہاج یونیورسٹی میں شاندار تقاریب منعقد ہوئیں

خصوصی رپورٹ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے اندرون و بیرون ممالک سالگرہ کی تقاریب منعقد کی گئیں۔ چند مرکزی تقریبات کی رپورٹ پیش خدمت ہے:

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام قائد ڈے تقریب

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام مورخہ 19 فروری کو منزل قادریہ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69 ویں سالگرہ کا بعنوان ''علم، تحقیق اور تجدید کا عہد بے مثال'' کے نام سے اہتمام کیا گیا جس میں محترمہ فضہ حسین قادری نے خصوصی ٹائم دیا۔ اس تقریب میں ویمن لیگ کی سینئر قائدات نے شرکت کی جس میں محترمہ شاہدہ مغل، محترمہ عائشہ شبیر، محترمہ فریدہ سجاد، محترمہ شمیم خان، محترمہ ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ نے شرکت کی۔ کمپیئرنگ کے فرائض محترمہ ادیبہ شہزادی اور محترمہ عائشہ مبشر نے ادا کئے۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام مجید اور نعت رسول مقبول ﷺ سے کیا گیا جس کی سعادت گرلز کالج کی بچیوں نے حاصل کی۔ بعد ازاں محترمہ فرح ناز صدر وین لیگ نے معزز مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے 19 فروری کے دن کو منانے کے مقصد پر روشنی ڈالی کہ 19 فروری ایک عظیم دن ہے کہ اس دن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اس ہست و بود میں تشریف لائے۔ اللہ پاک نے انہیں بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اور ان کے دل میں عشق محمدی ﷺ کا ایسا چراغ روشن کردیا ہے جو نہ صرف خود چمکتا ہے بلکہ اپنی روشنی سے چہار دانگ عالم کو روشن کررہا ہے۔ وہ اپنے علم وعمل کی خیر پوری دنیا کو تقسیم کررہے ہیں۔ وہ اس پرفتن دور میں تن مردہ کو عشق مصطفی ﷺ کی حرارت سے زندہ کررہے ہیں۔

اس موقع پر محترمہ سکینہ حسین قادری، محترمہ مروہ حسین قادری نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ترانہ پیش کیا۔

علاوہ ازیں شیخ الاسلام کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ترانے پیش کیے گئے۔ محترمہ فضہ حسین قادری کے ہمراہ تمام ویمن لیگ نے شیخ الاسلام کی 69 ویں سالگرہ کا کیک کاٹا۔ پروگرام کا اختتام دعا پر ہوا آخر پر مہمانان گرامی کے لیے ضیافت کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ محترمہ عروۃ الوثقی نے شیخ الاسلام کی ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر فضہ حسین قادری کو پیش کی جس کو انہوں نے بہت سراہا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69ویں سالگرہ پر سالانہ دعائیہ تقریب و محفل سماع

بانی و سرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69ویں سالگرہ پر مرکزی سیکرٹریٹ میں دعائیہ تقریب و محفل سماع منعقد ہوئی۔

صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل صاحبزادہ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری تھے دیگر مہمانان گرامی میں صوبائی وزیر مذہبی امور صاحبزادہ سعید الحسن شاہ، آستانہ عالیہ دربار بابا صاحب

پاکپتن شریف سے دیوان احمد مسعود قادری، بیرسٹر عامر حسن، منہاج یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر ڈاکٹر ساجد محمود، خرم نواز گنڈاپور اور علماء و مشائخ نے بھی شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز تلاوت و محفل نعت سے ہوا۔ بعدازاں معروف نعت خواں الحاج شہباز قمر فریدی، محمد افضل نوشاہی، ہمزہ نوشاہی اورظہیر بلالی برادران نے شیخ الاسلام کی سالگرہ کی مناسبت سے تحریکی ترانے اور اپنے کلام پیش کیے، جسے حاضرین نے بہت پسند کیا۔

ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور نے تمام معزز مہمانوں کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے استقبالیہ پیش کیا جبکہ ڈائریکٹر ایڈمن جواد حامد نے بھی اظہار خیال کیا۔

دعائیہ تقریب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کینیڈا سے وڈیو لنک کے ذریعے خصوصی گفتگو کی۔ آپ نے کہا کہ ہر انسان زندگی کے جس عہدے اور ترقی پر بھی پہنچ جائے، درحقیقت وہ ایک کارکن ہوتا ہے۔ ہر کارکن جب تک اپنی زندگی کو محنت و مقصد سے گزارتا ہے اور حوصلہ و صبر کیساتھ مصائب، پریشانیوں کو برداشت کرتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرتا ہے تو یہی اس کی کامیابی کی ضمانت بنتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دن کارکنوں کے لیے پیغام ہے کہ وہ زندگی کے جس مقام پر بھی ہیں، محنت، حوصلہ اور ثابت قدمی کو نہ چھوڑیں۔ یہی کامیابی زندگی گزارنے کا راز ہے۔

محفل سماع میں ملک پاکستان کے معروف درباری قوال الحاج شیر علی، مہر علی اور ہمنواؤں نے اپنے مخصوص انداز میں قوالیاں پیش کیں۔

پروگرام کے آخر میں منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر کام کرنے والے سٹاف ممبران و قائدین میں بذریعہ قرعہ اندازی 2 عمرے کے ٹکٹ بھی دیئے گئے۔ اس موقع پر بذریعہ قرعہ اندازی فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے انچارج محمد جلیل اور نظامت تربیت سے محمد خلیل حنفی کا نام نکلا۔

تقریب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69ویں سالگرہ کا کیک کاٹا گیا۔ آخر میں صاحبزادہ دیوان مسعود نے اختتامی دعا کرائی، اس موقع پر انہوں نے شیخ الاسلام کی صحت و سلامتی اور ملک پاکستان کی ترقی و سربلندی کے لیے بھی دعا کی گئی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69 ویں سالگرہ پر منہاج یونیورسٹی میں فاونڈرز ڈے تقریب

منہاج یونیورسٹی لاہور میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 69ویں سالگرہ انتہائی جوش و خروش کیساتھ منائی گئی۔ اس سلسلہ میں مرکزی تقریب فاونڈرز ڈے کا انعقاد کیا گیا، جس میں ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خصوصی شرکت کی۔

تقریب میں خرم نواز گنڈا پور، وائس چانسلر منہاج یونیورسٹی ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، پرو وائس چانسلر ڈاکٹر محمد شاہد سرویا، بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، معروف اینکر پرسن اجمل جامی، سابق مینجر پاکستان کرکٹ ٹیم اظہر زیدی، سیکرٹری اطلاعات نوراللہ صدیقی، راجہ زاہد محمود، سید امجد علی شاہ، جی ایم ملک و دیگر رہنماؤں بڑی تعداد میں شرکت کی۔

تقریب میں بانی و سرپرست منہاج یونیورسٹی لاہور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 69ویں سالگرہ کے موقع پر اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے 19 طلباء و طالبات کو لاکھوں روپے سے سکالر شپ ایوارڈ دیئے گئے اور یونیورسٹی کے ٹیچنگ اور کلیریکل سٹاف میں سے 3 خوش نصیبوں کو قرعہ اندازی کے ذریعے عمرہ کے ٹکٹ بھی دیئے گئے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین نے اپنے خطاب میں کہا کہ پختہ یقین اور مصمم ارادہ انسان کو منزل تک پہنچاتا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہمیشہ کہتے ہیں زندگی میں کامیابی یا ناکامی کی کوئی اہمیت نہیں ہونی چاہیے، اصل اہمیت مسلسل جدوجہد کی ہے، جو شخص بھی نیک نیتی کے ساتھ مقاصد کے حصول کیلئے جدوجہد جاری رکھتا ہے اسے 100 فیصد نتائج ملیں یا نہ ملیں وہ کامیاب و کامران شخص ہے، کامیابی کا لالچ اور ناکامی کا خوف انسان کو کمزور کر دیتا ہے۔

فاونڈرز ڈے کی تقریب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 69ویں سالگرہ کا کیک کاٹا گیا اور ان کی درازی عمر کے لئے خصوصی دعا کی گئی۔ سالگرہ کے موقع پر ڈیپارٹمنٹ آف ماس کمیونیکیشن کی جانب سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی زندگی کے حوالے سے ایک ڈاکومینٹری بھی دکھائی گئی جسے حاضرین نے خوب سراہا۔ ☆☆☆☆

Economic Empowerment of women in Islam

Hadia Saqib

The term of Empowerment of women is a very popular and classical issue at present world. Its importance has been discussed in many dimensions and also every religion towards all over the world. The empowerment of women in Islam has clearly been discussed. It is stated extensively compared to the other religions. The world history also supports that the contribution of women bears a great important role to the advancement and improvement of human cultures & civilizations. In fact, this topic is evolved from the information's of Islam with other religions as Islam explains it clearly (Chowdury, 2018).

Women empowerment refers to developing and flourishing the political, economic, social, and legal power of the women, to assure equal-right to women, and to make them certain enough to demand their rights, such as: have equal communal status in the society, to make their own decisions, have equal rights to participate in social, religious and public activities, get equal advantage for education, have equal rights for social and economic fairness, have complete control of their life and outside of their home and workplace, freely live their life with a sense of respect and dignity, get safe and satisfied working environment, determine financial choices, get equal employment convenience without any gender bias.

Economic Empowerment of Women in Islam

The Rights of Inheritance

Accordingly, the law of inheritance or the rights of inheritance in relation to the provision of economic empowerment of women in Islam is one of the constitutional provisions alike that must be implemented in Islam as per the guidance of the Holy Quran and the Sunnah of the Prophet Muhammad (PBUH). In Islamic perspective, the law or rights of inheritance implies that how the wealth of parents after their demise or at their presence could be distributed among their children of male or female. The Holy Quran says that

"Allah commands you as regard your children's (inheritance); to the male, a portion equal to that of two females; if (there are) only daughters, two or more, their share is two thirds of the inheritance; if only one, her share is half."
(Sura Nisa:11).

The above verse of the Holy Quran firmly insists on the economic empowerment of women through the distribution of wealth being derived from their parents and ensures the rights of inheritance of the women in Islam. According to the above verse of the Holy Quran, if there is only one daughter left after the demise of the parents, she can be eligible to possess the half of the wealth distributed from the parents and the share of the wealth distributed varies on the basis of the number of children in the family.

The entire share received by the women from their parents can be saved as capital and invested independently in any of the economic activities. As a result, further economic empowerment of the women can be strengthened by this provision of law of inheritance in Islam.

The Rights of Mahr

The Mahr is a compulsory amount of money or property or any types of wealth (gold, silver, land, etc.) that must be given by the bridegroom to the bride at the time matrimonial ceremony. The Holy Quran says:

"And give to the women (whom you marry) their Mahr (obligatory bridal money given by the husband to his wife at the time of marriage) with a good heart".
(Sura Nisa:4)

This money or any type of wealth is compulsory at the time of marriage. Without this type of payment at the time of matrimonial ceremony, a bridegroom can't marry a bride at any circumstances without prepaying the Mahr (the obligatory payment) to bride. Along with the accompaniment of the happiness at starting the family life of women, the accumulation of wealth to empower the women economically gets collected from this right. The husband of the women can't intervene or don't have any power over the richness of the women in Islam even if he is needful. But he is only the responsible for the maintenance of the entire family whether he is economically rich or poor. Anyhow, there are no any barriers in Islam to voluntarily support for her husband. The Holy Quran says:

"Men are the protectors and maintainers of women, because Allah has made one of them to excel the other, and because they spend (to support them) from their means. Therefore, the righteous women are devoutly obedient (to Allah and to their husbands), and guard in the husband's absence what Allah 7 orders them to guard (e.g. their chastity, their husband's property, etc.)." (Sura Nisa:34)

The above verse of the Holy Quran insists on the maintenance and protection of the women through the means of the husband not through the means

of the women in Islam. So that the richness and financial capability of the women are safeguarded further by this verse.

Rights to work and earn

The women in Islam are not restricted to work and earn according to the guidance of the Holy Quran and also by following the correct cultural practices implemented on the basis of guidance of the Holy Quran. Accordingly, she is religiously entitled to own her wealth and to operate her own business.

Khadija bint Khuwaylid was the first wife of the Prophet Muhammad (PBUH). Khadija was a merchant by inherited of her father. Khadija earned many titles, the most common three were: A meerat-Quraish (Princess of Quraish) and al-Tahira (The Pure One), and Khadija Al-Kubra (Khadija the Great) and was said to have had an impeccable character.

Women were never forbidden from trading in Islam. During the Prophet Muhammad's time there were many well known women traders like Umm Al-Munzir Bint-E-Qais, Asmah binti Makhzemah bin Jandal and during the rule of Sayyidina Umar, a woman trader Al-Shifa bint e Muawiz was elected "commandant" of Madinah market (Abbas, 2012). Other women such as Khaula, Lakhmia, Thaqafia, and Bint Makhramah traded in oriental oil-based perfumes.

Saudah, the Prophet's wife, was an expert in lather tanning skins. She sold her tanned goods to trading caravans and local men throughout Medina. A companion named Quila said to the Prophet, "I am a woman who buys and sells things." Then she asked several questions about buying and selling. The wife of 'Abdullah ibn Mas'ud met her expenses by manufacturing and selling handicrafts (Ali, 2011). Clearly, business was a legitimate activity of the women companions' o f the Prophet.

2. Social Empowerment of Women in Islam

The Rights to Education

Islam definitely urges the mankind (men and women) to be educated in the various sectors they need in relation to the success of the present world and the hereafter. The Prophet Muhammad says:

"Seeking Knowledge is a duty of every Muslim, man or woman".

(Al- Tirmidhi: 218)

From the above saying of the apostle, gathering knowledge is not only a right but also it is a duty of every woman. Accordingly, all the Islamic perspectives and the daily observances are constructed on the basis of knowledge. No one in Islam can be ignorant in following and understanding the fundamental and conceptual framework of Islam and the Islamic way of life. The apostle of the Almighty Allah says:

"He who has a slave-girl and teaches her good manners and improves her

education and then manumits and marries her, will get a double reward; and any slave who observes Allah's right and his master's right will get a double reward." (Sahih Buhari: 723)

The Rights in Family affairs

Islam says that all the mankind (male and female) in the world has been created from one living entity. From this one living entity, only one male and female couple has been created by the Almighty Allah. Then, the past and present population has been spread everywhere in the world. The Holy Quran says:

"O people Be conscious of your Lord, who has created you out of one living entity, and out of it created its mate, and out of the two spread abroad a multitude of men and women. And remain conscious of God, in whose name you demand (your rights) from one another, and these ties of kinship. Verily, Allah is ever watchful over you." (An-Nisa:1)

The above verse of the Holy Quran deliberately ensures the establishment of empowerment of women in the family life is concretely constructed equal to the men within the family. The parents in the family vitally play major roles in this connection ordered by the Almighty Allah.

"The wife of Thabit bin Qais came to the Prophet and said, "O Allah's Apostle! I do not blame Thabit for defects in his character or his religion, but I, being a Muslim, dislike to behave in un-Islamic manner (if I remain with him)." On that Allah's Apostle said (to her), "Will you give back the garden which your husband has given you (as Mahr)?" She said, "Yes." Then the Prophet said to Thabit, "O Thabit! Accept your garden, and divorce her once." (Sahih Buhari: 197)

All the above incidences in front of the apostle of the Almighty Allah prove the fact of empowering the women at their decision-making power while defining their lives under the avoidable circumstances (Mohamed Mustafa, 2018)

References:

Abbas, SM. Shariq. (2012), "Women of Islamic Faith in Trade and Commerce: An Economic Sociological Study", VSRD-IJBMR, Vol. 2 (3), 2012, 102-113.

Ali, Dr. Lubna Abid, Farh at Jabeen, Dr. Naveed-i-Rahat , (2011), "Islamic Tradition and

Feminism: A Comparative Study of The oretical Perspective", International Journal of Business and Social Science Vol. 2 No. 6.

Chowdury, S. R. (2018). Empowerment of women in Muslim communities, a practical observation: A case study on the republic of Turkey.

Mohamed Mustafa, Dr. A. (2018). An Analysis of Socio-Economic Empowerment of Women in the Light of Islamic Perspectives.

☆☆☆☆☆

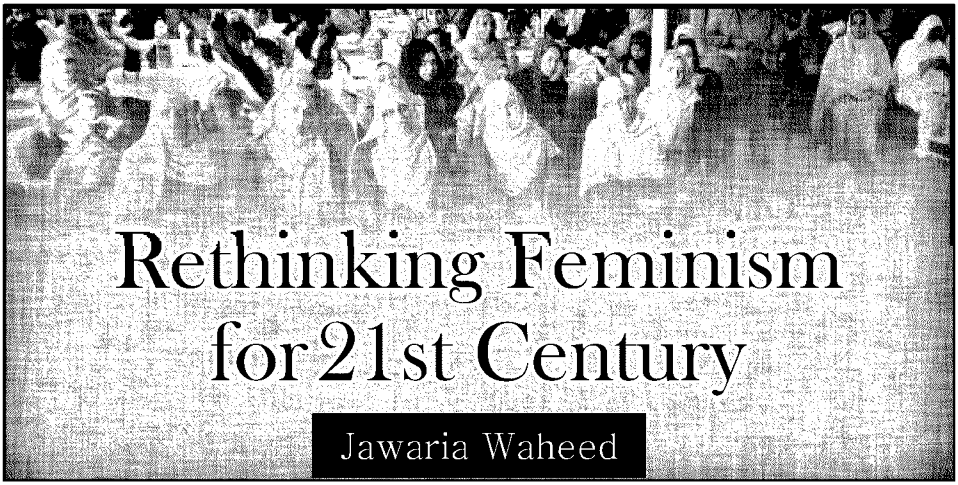

Rethinking Feminism for21st Century

Jawaria Waheed

Women form half of every community and they have a greater role to play at communal and societal level. Women play a very vital role in human progress, have a significant place in the society and are capable of sharing all the responsibilities of life. Man and woman have been rightly compared to the wheels of the same carriage. Both have some due responsibilities and rights towards each other which needs to be fulfilled in order to guarantee a progressive society.

Unfair cultural orientation has given rise to male dominated society which inherently declares male superiority and cultivates ground for gender based discrimination as a result of which women become a victim of subjugation, domestic violence and ill-treatment from men in public and private spheres. One major reason why our society needs a push to assure women rights is the patriarchal mindset which prevails by and large.

However, women's place in society demands an equal emphasis on its rights as well as the duties which is a due responsibility on them. Unfortunately, the self-suited definitions of so called advocates of women rights have completely ignored the pivotal role and due responsibility of a women which she has to play in the society and has instead presented women as a victim and someone inferior to men.

The society and social behaviors it complains as women has a deep connection with her role as a mother. Home being the basic nursery and mother being the nurturer has the key role to shape the personality of her son at the very

early age. Unfortunately, in the struggle to seek justice for her as women, a woman has neglected her role as a mother which needs attention. Therefore, there is a need to revisit our parameters of justice in order to develop a progressive society which requires due and equal share of men and women.

An important reason why this imbalance of societal roles and non deliverance of duties has escalated is because the movements to seek and demand rights for women somehow lost its track during the process. Instead of pursuing a struggle for ensuring rights, it has brought women face to face with men framing a conflict between the two entities.

Women organizations and movements have proliferated across the world on an unprecedented scale with varying intensities over the course of history. The quick history of these movements is categorized in four waves of feminism which begun from the agenda of ensuring basic women right's in First Wave of Feminism to women liberation movement in the Second Wave and the later Third and Fourth Wave of Feminism has altogether reached a new definition of women empowerment which adrift from the basic fundamental idea that sprung these movements centuries back.

With the onset of a new millennium, the catastrophic event of 9/11 propelled Islam at the global stage and gave a new terrible dimension to the feminist ideas by decoding and misinterpreting the Islamic teachings and practices pertaining women. Journalists, politicians, religious scholars and civilians alike began to decode and debate Islamic concepts and practices, perhaps in an attempt to justify what had happened. This gave way to many misconceptions and stereotypes regarding the religion.

One of the awful false notions that sprung up, the idea of the 'victimized Muslim woman' is perhaps the most common. Practices like 'veil' and 'burqa' became part of regular political jargon claiming that Muslim women are subjugated and are victimized by these fundamentalist Islamic practices and should be rescued from their entrapment. This extreme and baseless narrative gained currency in an elite class in Pakistan and other Muslim countries which later became a stronghold of neo-imperialists ideas which alienated this group from their religious and cultural values and resorted towards a western culture in the eastern societies. This hybrid

model has become a challenge and a pertinent issue of these times which needs attention before it splits the society apart.

However, to make matters worse, understanding and tolerance for feminism in Pakistan and other Muslim countries remains low, limited to a narrow continuum between eastern and western ideologies. Feminism is generally regarded as unnecessary; a construct of the West which deserves no importance in the Islamic structure.

This rejection based on ignorance has led to another extreme narrative which prevails and has developed an anti-feminist approach in society. As a response towards the secular and liberal mode of feminism, this anti-feminism has been on fore fronts presenting a rigid rebuttal to the basic notion of these struggles and has based their narratives on the self suited interpretations of religious teaching. They have framed the feminist ideology as a challenge to Islamic values and teachings.

Feminism in the 21st Century is a mix of many different feminist beliefs and the lack of a coherent definition of the term the multiple models of interpretations exist in society. From the influence of the first movement that took root in 1840 to present times, the end goal of the women's movement has strayed from its basic idea of women rights to women liberation, from seeking justice against the discriminatory practices to women oriented society and from notions of respecting women to advocating lesbians gay rights. The journey from" us with them" to "us vs. them" mentality seems irrational and a latent function of feminism since the organizers of the movement did not intend for some women to turn against the opposite gender as a hostile competitor.

In such a prevailing situation, it is pressing need of the hour to address the thin line between today's self-suited definition of feminism which is premised on framing men as villains and the basic idea of women rights which encourages and empowers women in its societal and private roles. It is indeed important to focus on redefining the concept of women empowerment in terms of encouraging an environment of cooperation model with their men and not as competitors. Therefore, some multi-level remedial recommendations are suggested in this regard which addresses the very root causes of this rising challenge:

" There is an urgent need to reshape the narratives on women empowerment at global level. The current series of narratives have presented a rather vague direction which needs an earnest refocus and global acknowledgement.

" The solution lies in redirecting our definition of women empowerment in the light of Islamic teachings and here comes the importance of the role of Madrassas who have, so far, clearly lacked in presenting a true and a moderate Islamic vision of empowerment. Majority of the people, also due to a high illiteracy rate, resort to religious seminaries which are accessible and does not require much resource. The opinionated and singled out concept of women rights presented through an unrevised curriculum of Madrassas needs to be updated in line with the demands of the contemporary era.

" Role of Media is also an important step which needs careful attention. Media is a key tool to shape public perception and through well planned and well grounded planning, role of media should be revised to create an environment of converging the extreme narratives that only induces chaos when presented in isolation.

" The tiers of society are the individuals and the groups of individuals which forms the general mass. This narrative conflict has to be dealt at societal level with equal importance. In this regard, role of NGOs solely working for the restoration and empowerment of women must be kept under strict government check to ensure that their policies and working maintains the promulgation of national policy and are not, in any way, serving as a means to further deteriorate the situation.

" Most important is the role of a family unit in whole of this process. The perception, character and narrative take its basic schooling inside a family and a mother is the first nursery of a child which shapes his whole personality.

Therefore, the impact of redefining women rights, its advocacy through media, revised role of Madrassas, streamlined redirection of NGOs needs to be connected well at the individual level through an effective role of a mother which has the potential to nurture the right concepts in the basic learning of a child in his early ages which will impact the way the child grows up.

☆☆☆☆☆

منہاج یونیورسٹی لاہور میں فاؤنڈرز ڈے کی تقریب

منہاج کالج برائے خواتین میں قائد ڈے کی تقریب

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
MAR-2020
LAHORE
Regd CPL No.45

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی
فقہی و قانونی، انقلابی و فکری اور عصری
موضوعات پر 596
سے زائد کتب